دسمبر 2010
ماہنامہ
معارفِ رضا کراچی
مدیرِ اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی۔ پاکستان)
www.imamahmadraza.net

بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ISBN 978-969-9266-04-1

مفکرِ اسلام امام احمد رضا محدث حنفیؒ کے اصلاح و تحقیق کے افکار کا ترجمان

ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی

جلد: 30 | شمارہ: 12

دسمبر ۲۰۱۰ء / ذی الحج ۱۴۳۱ھ

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: پروفیسر دلاور خاں

بدیہ فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 5214-45 حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ کراچی۔

حسنِ ترتیب

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

اپنی بات

تعاونوا علی البرّ والتقویٰ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۖ تقواللہ ۖ ان اللہ شدید العقاب ۝ المائدۃ۔۱۰

آیت بالا میں مسلمانوں کو بہت ہی وضاحت کے ساتھ نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مدد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اور اسی طرح برائیوں اور گناہوں کے کاموں سے تعاون کرنے سے روکا جارہا ہے۔ یعنی ایسے کام جو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں نہ ہوں ان پر تعاون نہ کیا جائے مگر اسلام کے فروغ کے سلسلے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے جس طرح ممکن ہو مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہجرت کے بعد جب پہلی اسلامی حکومت کی بنیاد مدینے پاک میں رکھی اس وقت اہل مدینہ کی اکثریت خوشحال اور مہاجرین میں اکثریت مالی اعتبار سے کمزور تھی مگر جب نبی پاک ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھنے کا اعلان کیا تو صحابہ کرام نے بالخصوص اہل مدینہ انصار نے مالی اعتبار سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا البتہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکی مہاجر ہونے کے باوجود سب سے بڑا حصہ لیا اور یوں اسلام کی پہلی درس گاہ کی تعمیر شروع ہوگئی اور اصحابِ صفہ کی پہلی مسند اور اکیڈمی بھی قائم کردی گئی۔ خلافت راشدہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اسی مسجد نبوی سے دین و دنیا کے تمام معاملات کے سلسلے میں مشاورت ہوتی رہی اور تمام اصحاب کرام اپنی اپنی بساطِ علمی اور بساطِ مال کے اعتبار سے مسجد نبوی کی علمی اور تعمیری اعتبار سے مدد کرتے رہے۔ اس کے بعد علمی مسندیں مدارس کی صورت میں بڑھنا اور پھیلنا شروع ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے علمی درس گاہیں کثیر تعداد میں بننا شروع ہوگئیں اور دین اسلام کی اشاعت میں بہت تیزی سے اضافہ ہوتا گیا دوسری طرف اہلِ تقویٰ نے اپنی اپنی مسندیں بھی قائم کیں اور لوگوں کو تقویٰ طہارت کا نمونہ بننے کے لیے بھی بڑی بڑی خانقاہیں تعمیر کیں۔ ان دونوں اہم کاموں میں مسلمانوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا اور آیت بالا کی تفسیر بنتے رہے۔

برصغیر پاک وہند میں اللہ عزوجل نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی شکل میں علم وطہارت کا مجموعہ بحرین ہم کو عطا کیا جس نے ۱۳ویں اور چودھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کو علم کا خزانہ بھی دیا اور طہارت کا اعلیٰ نمونہ بھی دیا ان دونوں شعبوں کی امام احمد رضا نے فردِ واحد کی حیثیت سے بہت بڑی خدمت انجام دی کہ ہزار سے زیادہ مختلف علوم وفنون پر قلمی کتب کا خزانہ ہم کو دیا اور سوفیصد سنتوں پر عمل کرکے طریقت کا خزانہ بھی عطا کیا۔

امام احمد رضا کے صاحبزادگان، تلامذہ اور خلفا نے ان دونوں شعبوں کی اشاعت کے سلسلے میں بہت ذمہ داری سے خدمات انجام دیں اور آج بھی برصغیر پاک وہند میں امام احمد رضا کے خلفا کے خلفا، تلامذہ کے تلامذہ اور سجادہ گان کے شیوخ مجاز اس خدمت کو بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کثیر تعداد ان علما کی بھی ہے جو اگرچہ تلامذہ یا خلفا میں شمار نہیں ہوتے مگر انھوں نے امام احمد رضا کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد اعظم مانتے ہوئے ان کے افکار سے افادہ کرتے ہوئے اس کے ابلاغ کی بھرپور کوشش کی ہیں کیونکہ سب کا مقصد اہلِ سنّت وجماعت کے مسلک کا فروغ ہے اور اس کے لیے ہر سنی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کررہا ہے اور انشا اللہ کرتا رہے گا کہ ہر سنی مذہب کے عالم اور خادم کا یہ ہی مقصدِ حیات ہے۔

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا قیام الحمد للہ 1980ء میں ہوا، جس کے بانی سید ریاست علی قادری مرحوم (المتوفی 1992ء) تھے اور جس کے بانیان میں حضرت علامہ شمس بریلوی (م1997ء)، حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م2008ء)، حضرت مولانا شفیع محمد قادری حامدی (م2005ء)، حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، اور حاجی عبد اللطیف قادری صاحب تھے۔ ادارے کا 1980ء تا 1986ء کوئی آفس نہ تھا1986ء میں پہلی دفعہ ادارے کا آفس برنس روڈ پر واقع نشیمن بلڈنگ کے تیسرے فلور پر خرید کر قائم کیا گیا۔ اس کی قیمت اس وقت 2 لاکھ کے اندر اندر تھی جس کی بیشتر رقم ادارے کے بانی رکن حضرت الحاج محمد شفیع قادری حامدی صاحب نے قرضِ حسنہ کے طور پر فراہم کی۔ اس کے علاوہ چند اور احباب نے بھی اس میں حصہ لیا۔ 1992ء میں ادارہ نشیمن بلڈنگ سے صدر کے علاقے میں جاپان مینشن میں منتقل کیا گیا اس کی خریداری میں بھی حضرت حاجی شفیع قادری کا بڑا حصہ تھا اور ان کے علاوہ بھی کئی احباب نے اس کی خریداری میں حصہ لیا۔ اس جگہ ادارے کو قائم ہوئے 18 برس گزر چکے ہیں اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں ادارہ تسلسل کے ساتھ ہر سال امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کر رہا ہے، ہر سال ''سالنامہ معارف رضا'' اردو، عربی اور انگریزی میں شائع کیا جا رہا ہے، اور 2000ء سے تسلسل کے ساتھ ادارہ ماہانہ معارف رضا کا اجرا بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال چند کتب کی اشاعت بھی جاری رہتی ہے۔ چنانچہ ادارے نے اب تک سینکڑوں کتابیں معارف رضا کے علاوہ بھی شائع کی ہیں۔ یہ کام 30 سال سے مسلسل جاری ہے اور اس میں قلمی تعاون کو یقیناً اہلِ علم برابر کرتے رہتے ہیں جن کے مقالات بغیر کسی مالی معاوضے کے ادارے کو ملتے ہیں اور ادارہ ان کو عربی، انگریزی اور اردو معارف میں شائع بھی کرتا ہے، کئی Ph.D کے تھیسس بھی شائع کئے ہیں۔ اس اشاعت میں اب تک کروڑہا روپیہ خرچ ہو چکا ہے، جو یقیناً اہلِ ثروت حضرات کا ادارے پر بڑا احسان ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے یقیناً وہ اجر کے مستحق ہیں اور اللہ کی ذات سے امیدِ قوی ہے کہ وہ ان تمام اہلِ ثروت حضرات کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

قارئین کرام آپ یقین کیجیے کہ ہم سے یعنی ادارے سے مالی تعاون کرنے والے حضرات میں سے کسی نے بھی آج تک 30 سال میں ہم سے یہ نہیں کہا کہ آپ ہمارا نام بطور معاون شائع کریں۔ یہ تو ادارے کی مجلس عاملہ نے وقتاً فوقتاً ان کا ذکر خیر مختلف مواقع پر کیا ہے تاکہ بعد والے لوگوں کو نیکی کے تعاون میں رغبت ہو اس سال ادارے کو 30 سال مکمل ہو چکے ہیں۔ اس لیے آپ کے سامنے ان تمام ناموں کو پیش کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے تعاونوا علی البر کرتے ہوئے ادارے کے ساتھ مالی تعاون کیا جس کے بغیر ادارے کو تسلسل کے ساتھ کام کرنے میں انتہائی دشواری پیش آتی، مگر اللہ کے ان نیک بندوں نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مالی تعاون جاری رکھا۔ آج ادارہ الحمد للہ 30 سال کی اشاعت کے ساتھ مزید آگے ترقی کرنے کی راہ پر گامزن ہے، جس کی تفصیل مجلہ امام احمد رضا کانفرنس 2011ء میں ضرور ملاحظہ کیجیے گا۔ یہاں صرف پچھلا ریکارڈ پیش کر کے ان حضرات کو یاد کرنے کا ایک بہانہ ڈھونڈا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معاونین کو جو ایمان کی دولت لیے ہوئے اور تعاونوا علی البرّ والتقویٰ کا سامان لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے جزائے خیر عطا فرمائے اور جو ابھی بھی مالی تعاون فرما رہے ہیں ان کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

۱۔ الحاج شفیع محمد قادری حامدی (م2005ء)
۲۔ الحاج شیخ حمید اللہ قادری حشمتی (م1989ء)
۳۔ الحاج [illegible] حبیب احمد یونین [illegible] (م1988ء)
۴۔ حاجی عبد الرزاق جانو (مرحوم)
۵۔ حاجی ولی محمد لشکر والے صاحب
۶۔ عبد العزیز قادری دہلوی چمڑے والے (مرحوم)

۷۔ جناب زبیر حبیب صاحب ابن حبیب احمد
۸۔ جناب حفیظ الرحمٰن خاں صاحب (مرحوم)
۹۔ جناب حنیف اللہ والا صاحب
۱۰۔ جناب اسلم آدم صاحب
۱۱۔ جناب سید منور علی صاحب
۱۲۔ جناب ڈاکٹر سلطان قریشی صاحب مرحوم
۱۳۔ جناب محمد فاروق قصباتی صاحب
۱۴۔ جناب نثار احمد جاپان والا صاحب
۱۵۔ جناب فرحت قادری صاحب
۱۶۔ جناب جاوید حبیب صاحب ولد حبیب احمد
۱۷۔ جناب سید اللہ رکھا صاحب
۱۸۔ جناب کے ایم زاہد صاحب
۱۹۔ جناب نثار احمد پراچہ صاحب
۲۰۔ جناب قمر احمد صاحب
۲۱۔ الحاج محمد رفیق پردیسی برکاتی
۲۲۔ الحاج محمد امین پردیسی برکاتی
۲۳۔ جناب جمشید اسلم صاحب
۲۴۔ جناب سید محمد لخت حسنین شاہ
۲۵۔ جناب حاجی عبد اللطیف قادری
۲۶۔ محترم جناب حنیف جانو صاحب
۲۷۔ الحاج محمد مجید پردیسی برکاتی صاحب
۲۸۔ جناب رشید اللہ قادری صاحب
۲۹۔ جناب عبد الرزاق تابانی صاحب
۳۰۔ جناب حنیف کالیا صاحب
۳۱۔ جناب وسیم سہروردی صاحب
۳۲۔ جناب سہیل سہروردی صاحب
۳۳۔ جناب اقبال کھٹرا صاحب
۳۴۔ شیخ نسیم عالم صاحب
۳۵۔ جناب ظہیر الحسن نعمانی صاحب
۳۶۔ جناب ابرار احمد حامدی صاحب
۳۷۔ جناب اختر عبد اللہ صاحب
۳۸۔ الحاج عقیل ڈھیڈی صاحب
۳۹۔ حاجی اقبال صاحب
۴۰۔ حاجی حنیف طیب صاحب

قارئین کرام یہ وہ نام ہیں جن کی مالی امداد نے ادارے کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا مگر ایک اور ذریعہ مالی امداد کا ہمارے ساتھ رہا اور وہ مختلف اداروں کی طرف سے اشتہارات کا سلسلہ تھا اور ابھی بھی ہے اور چند ادارے ایسے بھی ہیں جنھوں نے مسلسل ہماری اشتہارات کے ذریعہ مدد کی اور 25 سال سے ہم مختلف اداروں سے اشتہارات شائع کرتے ہیں مگر کسی اشتہار میں آج تک کوئی تصویر نہ تھی اس لیے ہم ان اداروں کے بڑے مشکور ہیں کہ انھوں نے ہماری مالی مدد کے ساتھ ساتھ اس بات میں بھی مدد کی کہ عورت یا مرد کی تصویر کے بغیر اشتہارات شائع کروائے۔ اللہ عزوجل ان تمام افراد اور اداروں کے معاونین کی خزانہ غیب سے مدد فرمائے [illegible] دین و دنیا کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ اگلے شمارے میں ادارے کی ایک اور سنگ میل کی تفصیل انشاء اللہ بیان کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے مقصد میں مکمل کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام! اس سال ادارے کا ٹرسٹ بھی قائم کرایا گیا ہے، جس کے چیئرمین محترم جناب الحاج محمد رفیق پردیسی برکاتی ہیں جب کہ صدر نشین تاحیات صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب ہیں اور بقیہ ممبران مندرجہ ذیل ہیں:

نائب صدر: محمد اسلم رضا قادری تحسینی
جنرل سیکریٹری: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
جوائنٹ سیکریٹری: پروفیسر دلاور خاں
سیکریٹری اطلاعات: پروفیسر ڈاکٹر حسن امام
فنانس سیکریٹری: عبید الرحمٰن صاحب
ممبر: سید ریاست رسول قادری
ممبر: الحاج عبد اللطیف قادری

ذِکر اللہ

از: نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابرہیم رضا خاں جیلانی

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

نحن عباد محمد صلی علیہ وسلم

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ، ذکر اللہ سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

"الا" حرفِ تنبیہ ہے، فرماتا ہے اللہ تعالیٰ "ذکر اللہ سے دل مطمئن ہوتے ہیں"۔ تو یہاں "الا" کا اشارہ غفلت دور کرنے کے لیے ہے کہ ذکر اللہ کو زیادہ کرو، ذکر اللہ سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں اور ذکر اللہ کیا ہے تو حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفا شریف میں حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں، جو اجلہ تابعین میں سے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ترجمہ آیات کا یہ ہوا کہ ذکر اللہ سے نامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطمنانِ قلب حاصل ہوتا ہے تو قرآن شریف میں کہیں ذکر اللہ آتا ہے اس کے معنیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں۔

ذکرِ مصطفیٰ ہی ذکرِ الٰہی ہے

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (۲)

اور جو میرے ذکر سے مونھ موڑے (نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مونھ موڑے) تو اس کی معیشت تنگ ہے اور روزِ قیامت اسے اندھا اُٹھاؤں گا۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ (۳)

اور جس کو رحمٰن کے ذکر سے توند آئے (رحمٰن کے معنیٰ رحمت والا اور رحمت للعالمین تو رحمٰن کے معنیٰ ہوئے ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر شیطان کو مسلط کر دوں گا اور شیطان برا ہمنشیں ہے۔

تو ذکر اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت شیخ محدث عبد الحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں اپنے مکتوب شریف میں کہ اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوا کہ نورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال کہا محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ہزار سال کے بعد نورِ محمد ﷺ جلوہ گر ہوا اور جیسے ہی یہ نور پیدا ہوا، اس نور نے کہا لا الہ الا اللہ تو جیسے ہی اس نور نے لا الہ الا اللہ کہا تو وہ نور حق میں فنا ہو گیا۔ تو لا الہ الا اللہ ذکرِ نبی ﷺ ہے اور محمد رسول اللہ ذکرِ خدا ہے اور قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

صلوٰۃ و سلام ذکرِ الٰہی ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (۴)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر

تو درود و سلام ذکر اللہ ہوا تو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا (۵)

اس کی اطاعت نہ کر اس کا کہنا نہ مان جس کے دل سے ہم نے اپنا ذکر بھلا دیا یعنی نام محمد رسول اللہ بھلا دیا۔ وہ اپنی ہوا

اپنے نفس کا پیروہوا۔ اس کا معاملہ حد سے بڑھ چکا۔

حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اس کا کہنا نہ مان جس کے دل سے ہم نے اپنا ذکر یعنی نام محمد رسول اللہ ﷺ بھلا دیا۔ یہ ایک عجیب مضمون ہے کیونکہ معنی اس کے یہ ہوئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان کی زبان پر ہوگا ان کے دلوں میں نہ ہوگا۔ جن کے دلوں میں نام محمد رسول اللہ ﷺ نہ ہو ان کی طاعت نہ کر ان کا کہنا نہ مان اور وہ کون ہیں کہ جن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ بھلا دیا ہے تو یہ وہ ہیں کہ جن کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے:

ذکر اللہ نام ہے محمد رسول اللہ کا

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ ۘ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۚ (۱)

اے محبوب تیری خدمت میں منافق آئیں گے اور کہیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اللہ فرماتا ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن (وَاللّٰہُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکَاذِبُوْنَ) اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں محمد رسول اللہ کہنے میں یعنی یہ ان کے دلوں میں نہیں ان کی زبانوں پر ہے۔ تو لا تطع اس کا کہنا نہ مان کہ جس کے دل سے ہم نے نام محمد رسول اللہ ﷺ بھلا دیا۔ جب ہم ذکر اللہ کو سمجھ گئے کہ ذکر اللہ کیا ہے نام محمد رسول اللہ ہے، تو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے!

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۷)

ان لوگوں پر شیطان غالب آگیا ہے، تو اس نے ان کو ذکر اللہ بھلا دیا ہے۔ یعنی نام محمد رسول اللہ بھلا دیا ہے۔ یہ ہیں گروہِ شیطان تو آگاہ ہو جاؤ کہ گروہِ شیطان خاسر ہیں نقصان پانے والے ہیں۔

ابلیس کا نام شیخ نجدی

شیطان کا نام رسول اللہ ﷺ نے شیخ نجدی رکھا ہے اور لغت کی کتابوں میں موجود ہے کہ شیخ نجدی لقب ہے شیطان کا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا رکھا ہوا لقب ہے اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: (کان یری رسول اللہ ﷺ ابلیس فی صورۃ الشیخ النجدی) رسول اللہ ﷺ ابلیس کو شیخ نجدی کی صورت میں دیکھتے تھے۔ پھر حضور فرماتے ہیں نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور یہاں سے گروہ شیطان نکلے گا یہ بخاری کی حدیث ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی روایت ہے تو مضمون ہوا

(اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ)

ان لوگوں پر شیطان غالب آگیا یعنی شیخ نجدی غالب آگیا ہے

(فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ)

تو اس نے ان کو ذکر اللہ یعنی نام محمد رسول اللہ بھلا دیا ہے

(اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ)

یہ ہیں گروہِ شیطان یہ گروہِ شیخ نجدی ہے، جن کا گروہ نجد سے نکلے گا۔

اللھم صلی علی سیدنا محمد وبارك وسلم

اللہ کی نعمت

اور قرآن شریف کا یہ ارشاد!

لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا (۸)

اس کی اطاعت نہ کر جس کے دل سے ہم نے اپنا ذکر یعنی نام محمد رسول اللہ بھلا دیا ہے۔

تو نام محمد رسول اللہ ﷺ دلوں کے اندر امانت ہوتا ہے اور جلوہ گر ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بخاری

شریف کی حدیث ہے کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل کے اندر جو برابر خیر ہے یا گیہوں برابر یا ذرہ برابر خیر ہے وہ داخل جنت ہو گا تو زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور دل میں گیہوں برابر یا جو برابر ذرہ برابر خیر کیا ہے۔ وہ خیر ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ تو خیر کا کنایہ یاد رہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس شخص کو تین چیزیں ملیں اس کو بہت بڑی دولت ملی:

۱۔ لسان ذاکر

۲۔ قلب شاکر

۳۔ عورت ایمان دار جو اس کے ایمان پر مدد کرے۔(۹)

تو لسان ذاکر کیا ہے؟ زبان ذکر کرنے والی، لا الہ الا اللہ کہنے والی اور قلب شاکر کیا ہے شکر کرنے والا دل یعنی محمد رسول اللہ کہنے والا؛ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ قلب شاکر کا ترجمہ ہوا محمد رسول اللہ کہنے والا؟ اس لیے کہ شکر مقابلے میں ہوتا ہے نعمت کے اور نعمت کیا ہے بخاری شریف کی صحیح حدیث سے اس کا ذکر کر چکا اگرچہ اس کا ثبوت اور بھی بہت کچھ ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے واپس ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے سلام کیا (یہ حدیث مسند امام اعظم میں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود بعد نماز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کرتے ہیں اعوذ باللہ من غضب نعمت اللہ میں اللہ کی پناہ میں آیا اللہ کی نعمت کے غضب سے۔

تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی نعمت کہا اور بے شک رسول اللہ ﷺ اللہ کی نعمت ہیں اور شکر مقابلے میں نعمت کے ہے تو قلب شاکر وہ ہے کہ اللہ کا شکر کرتا ہے، اللہ کی نعمت محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت کرتا ہے اور یہ قدر و منزلت جس کے دل میں ہوا کرتی ہو اس کو قلب شاکر کہا گیا ہے تو اللہ کی نعمت ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ حق تعالیٰ نے خود اپنی اس نعمت کا احسان جتلایا ہے قرآن شریف میں:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (۱۰)

اللہ تعالیٰ نے من فرمایا ہے بہت بڑا احسان فرمایا ہے مسلمانوں پر جب ان میں اس نے اپنے حبیب کو رسول بنا کر بھیجا۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور شاکر کا ترجمہ ہوا۔ اللہ کا شکر کرنے والا اور شکر کیا ہے یہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت ہے۔ حضرت شیخ محدث عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف کے اندر لکھتے ہیں کہ درود شریف متضمن شکر نعمت وے ہست درود پڑھنا اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا ہے اور قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (۱۱)

میرا ذکر کرو یعنی لا الہ الا اللہ کہو واشکروا لی میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔ یعنی محمد رسول اللہ کہو۔ تو شکر کیا ہے اللہ کی نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کہتا ہے:

وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۱۲)

اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو اس کی نماز پڑھتے ہو تو اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرو یعنی ہمارے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۝ (۱۳)

کیا اے محبوب آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنھوں نے بدل دیا اللہ کی نعمت کو ناشکری سے اور اپنی قوم کو

باا کت سے گھر میں لا اتارا۔

اسی آیت کی تفسیر کے اندر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفسرِ قرآن فرماتے ہیں جس کو امام بخاری نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کی نعمت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تو اللہ کی اس نعمت کو ناشکری سے بدلنے والے ہر زمانے کے اندر پیدا ہوئے اور اس زمانے میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناقدری سے بدل رہے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو ان کے ذکر کو روکتے ہیں، جو ان پر درود و سلام کو روکتے ہیں، جو اللہ کی اس نعمت کی قدر و منزلت نہیں کر رہے ہیں۔

نعمت کے منکر

جب شکر کے الحمد للہ ہم نے معنیٰ پہچانے تو ہم کو ان شاء اللہ مزید معرفت ہو گی۔ تذکرہ فرمایا ہے شیطان کا کہ حق تعالیٰ نے شیطان کو رجیم کیا، راندۂ درگاہ کیا؛ تو شیطان راندہ درگاہ کیوں ہوا؟ وہ تو ایک بہت بڑا نمازی تھا، بہت بڑا عابد تھا اور بہت بڑا عالم تھا (دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم تھا) تو پھر کیوں اس کی تباہی و بربادی ہوئی؟ تو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے تحریر فرمایا ہے مدارج میں کہ اس نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر تھا، اس نور کی تعظیم نہیں کی، اس کو سجدہ نہیں کیا؛ تو حق تعالیٰ نے شیطان کو راندۂ درگاہ کیا۔ یہ عبرت و نصیحت ہوئی کہ کوئی کتنی ہی عبادت کرے، کتنی ہی نمازیں پڑھے، کتنا ہی بڑا عالم و زاہد ہو؛ لیکن جو ہمارے محبوب کی تعظیم نہیں کرے گا وہ شیخ نجدی ہے، شیطان ہے، راندہ درگاہ ہے۔ اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہو گی۔ شیطان جب اس کو حق تعالیٰ نے راندۂ درگاہ کیا، تو عرض کرتا ہے قرآن شریف میں آیا ہے:

رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (۱۴)

اے رب تعالیٰ مجھے مہلت دے قیامت تک کے لیے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے تجھے مہلت ہے، تو کہتا ہے:

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىٕلِهِمْؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ (۱۵)

معلوم ہوا شیخ نجدی شیطان، اللہ کے شکر سے لوگوں کو روکتا ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت سے روکتا ہے، جتنا شیطان قدر و منزلت سے روکے ہمیں چاہیے کہ ہم اتنی ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کریں۔ شیطان کہتا ہے صراطِ مستقیم سے روکوں گا تو حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفا شریف میں اس آیتِ کریمہ کی تفسیر نقل کرتے ہیں حسن بصری و قتادہ کے حوالے سے کہ:

(اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ)

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما!

صراطِ مستقیم

تو صراط مستقیم کیا ہے؟ تحریر فرماتے ہیں، "صراطِ مستقیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ تو شیطان کہتا ہے صراطِ مستقیم سے روکوں گا۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکوں گا تو واقعی شیطان (شیخ نجدی) لوگوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری سے روکتا ہے؛ تو ہمیں چاہیے کہ زیادہ شکر کریں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اور قرآن شریف ارشاد فرماتا ہے:

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا (۱۶)

اے لوگو! حق تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا اگر تم اس کا شکریہ ادا کرو گے۔ یعنی اس کے محبوب کی قدر و

منزلت کرو گے ان پر درود و سلام بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں کیوں عذاب دے گا اور بے شک یہ مضمون احادیث کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے کیوں کہ عذاب ہوتا ہے تو گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: من صلی علی یوم الجمعة مائة مرة غفرت له خطیئة ثمانین سنة۔ جو میرے اوپر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود بھیجے اس کے اسی برس کے گناہ معاف کر دیے گئے اور دوسری حدیث میں آیا جو میرے اوپر ایک ہزار بار درود بھیجے (حرم الله جسده علی النار) اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو حرام فرمادیا آگ پر اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی جائے گی براءت آگ سے اور براءت نفاق سے۔ تو معلوم ہوا کہ منافق وہی ہے جو حضور پر درود و سلام نہیں پڑھتا اور اس سے روکتا ہے اور شبِ براءت میں حق تعالیٰ براءت فرماتا ہے آگ سے اور درود کے متعلق بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ براءت فرمادیتا ہے درود پڑھنے والے کی آگ سے۔ تو لفظ براءت مشترک ہے تو اس مناسبت سے معلوم ہوا کہ یہ براءت آگ سے اور نفاق سے درود پڑھنے والے کی ہے تو شبِ براءت میں ایک ہزار بار درود پڑھنا چاہیے اور شبِ قدر میں ساری رات درود پڑھنا چاہیے اور یہ مستفاد ہے:

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۱۷)

سے کہ فرشتے سلام کریں گے شب قدر میں عبادت کرنے والوں کو، اور حدیث میں آیا ہے جب کوئی بندہ میرے اوپر درود و سلام بھیجتا ہے تو اللہ اور اس کے فرشتے اس پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں اور احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن درود و سلام زیادہ پڑھنا چاہیے۔ حضور فرماتے ہیں میرے سامنے پیش کر دیا جائے گا صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ جب خاک ہو جائیں گے جب بھی ایسا ہو گا یارسول اللہ ﷺ! تو حضور نے ارشاد فرمایا:

ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی الله حیی یرزق (۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا ہے زمین پر کہ نبی کے جسم میں سے کچھ بھی کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں (قبر شریف میں) رزق دیے جاتے ہیں اور بہ کثرت احادیث کے پڑھنے اور ملانے سے یہ اہم راز بھی کھلا (عصر تا مغرب جمعہ کے دن ساعت اجابت ہے)۔

لایوافقها عبد مسلم وهو قائم یصلی کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن اس وقت درود بھیجتا ہو اور وہ کھڑا ہو تو اس کی جو بھی مراد ہو گی وہ بالیقین پوری ہو گی (۱۹) (اور وہ ساعت جمعہ کے دن عصر تا مغرب ایک آن کے لیے ہے یا قدرے زیادہ) اور درود پڑھنے کے لیے خاص ساعت پیر کا دن وقت صبح صادق قرآن شریف کی اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے:

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (۲۰)

تو سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں انتقال کروں اور جس دن قبر شریف سے اٹھایا جاؤں۔ تو حضور پیر کے دن صبح صادق کے وقت جلوہ فرما ہوئے اور پیر کے دن انتقال فرمایا اور جمعہ کے دن روزِ قیامت قبر شریف سے اٹھائے جائیں گے تو اہل ایمان حضور پر جمعہ کے دن روزِ قیامت سلام کرتے ہوئے اٹھیں گے اور حضور کے جنازۂ مبارک پر صحابۂ کرام اور ملائکہ عظام نے درود و سلام پڑھا اور حضور کی ولادت کے وقت ملائکہ نے پڑھا اور انھیں کی اقتدا میں قیامت تک پڑھا جائے گا اور درود شریف ہر دن، ہر وقت جتنا زیادہ کریں دین و دنیا کے منافع حاصل ہوں گے اور درود شریف رحمت الٰہی کا حصول ہے بوسیلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلیل اس حدیث کے جو مشکوٰۃ میں ہے، "جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے میری روح تک پہونچا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اسے درود پڑھنے والے پر لوٹا دیتا ہوں۔" تو

اللھم صلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہوا اے میرے اللہ رحمت کاملہ اتار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اللہ تعالیٰ اس دعا سے رحمت کاملہ حضور پر اتارتا ہے۔ حضور اس رحمت کو درود پڑھنے والے پر لوٹا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دیتا ہے اور وہ ہمیں دیا کرتے ہیں حدیث میں آیا: انما انا قاسم واللہ یعطی (۲۱)

اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ تو جو بد بخت وسیلہ ہی کا منکر ہوا اس کو درود پڑھنے سے کیا فائدہ اور اس کو رحمتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ کیا باقی رہا؛ تو وہی محروم ہے اور شقی ہے اور یہی ہے منافق اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں:

انت الذی لما توسل آدم من زلۃ بک فاذا ھوا باک

ترجمہ: آپ وہ ہیں جب آدم نے آپ سے توسل کیا تو وہ کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

وبک الخلیل دعا فعادت نارہ بردا وقد خمدت بنور سناکا

یعنی اور آپ سے توسل کیا ابراہیم علیہ السلام نے تو ان کی آگ گلزار ہوگئی۔

ودعاک ایوب نصر مسہ فازیل عنہ الضرحین دعاکا

یعنی اپنی مصیبت میں حضرت ایوب نے پکارا آپ کو تو مصیبت دور کر دی گئی آپ کو پکارنے سے۔ تو جب ہم شکر کو پہچان گئے کہ وہ تعظیم و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان پر درود وسلام پڑھنا اور ان کی قدر و منزلت کرنا ہے تو ناشکری کیا ہے اس کی ضد ناشکری ہے، تو قرآن شریف فرماتا ہے:

اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ (۲۲)

ڈال دو دوزخ میں ہر بڑے ناشکرے کو جو مناع للخیر ہے ہر بڑے ناشکرے کو۔ تو جو ناشکر ہے یعنی اللہ کے محبوب کی قدر و منزلت نہیں کرتا ہے اس کے اندر تم یہ صفت بھی دیکھو گے کہ وہ معاند بھی ہوگا اور عناد بھی رکھے گا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناع للخیر خیر کا بہت بڑا روکنے والا یہ مضمون پہلے ثابت ہو چکا کہ خیر ہیں محمد رسول اللہ تو مناع للخیر محمد مصطفیٰ کے نام پاک اور آپ کی ذات پاک سے بہت بڑا روکنے والا معتد سرکش۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواضع کرنے والا نہیں، بلکہ سرکشی کرنے والا، تو متنبہ ہو جائے کہ ناشکر او ہے جو تعظیم و محبت رسول سے خالی ہو۔

ولا تجد اکثرھم شاکرین

جب میں لوگوں کو بہکاؤں گا تو بہت لوگوں کو تو اپنا شکر گزار نہ پائے گا۔

اور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم دلوں میں ہوتا ہے۔ وہ حدیث یاد کیجیے جو حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی اور مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں موجود ہے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؐۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲۳)

یعنی اللہ وہ ہے کہ جس نے اے محبوب آپ پر یہ کتاب یعنی قرآن شریف اتارا اس میں سے کچھ آیتیں محکمات ہیں کہ وہ اصل کتاب ہیں اور کچھ آیتیں متشابہات ہیں (فاما الذین فی قلوبھم زیغ) تو وہ لوگ جن کے دلوں میں زیغ ہے تو دلوں میں زیغ ان کے ہے جن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ان کے دلوں میں زیغ ہے یعنی عداوت رسول ہے کجی ہے اتباع کرتے ہیں آیات متشابہات کا فتنہ

کے چاہنے کے لیے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم دیکھو جب ان لوگوں کو جو آیات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو پہچان لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں قرآن شریف نے یہ کہا کہ ان کے دلوں میں زیغ ہے ان سے بچو ان سے دور رہو۔ آیاتِ متشابہات کیا ہیں؟ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں جن آیات سے یہ گمان ہوتا ہے اہلِ زیغ کو کہ حضور کا مرتبہ کم ہے وہ آیات متشابہات ہیں۔ اس مضمون کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج شریف میں لکھا ہے کہ آیات متشابہات وہ آیات ہیں کہ اہلِ زیغ کو گمان ہوتا ہے جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کی کمی کا اور پھر ان آیات کی فہرست بھی دیتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ: ووجدك ضالا فهدى۔۔۔۔۔ انما انا بشر مثلكم۔ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں تو اب جو کوئی ان آیات متشابہات کی پیروی کرتا ہے فتنہ کے چاہنے کے لیے (نجدیت اور نفاق پھیلانے کے لیے) تو حضور حکم دیتے ہیں کہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں زیغ ہے یعنی ان کے دلوں میں عداوت واہانت رسول ہے، جو ضد ہے محبتِ رسول کی ان کے دلوں کے اندر عناد ہے، کفران ہے؛ ان کے دلوں میں محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، ان کی عظمت ونعت پاک نہیں تو ان سے بچو اور ان سے دور رہو۔ یہ مضمون کہا جارہا ہے جن کے دلوں میں ہوتی ہے محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی عظمت تو وہ دل هذا البلد الأمين کے مصداق ہوا کرتے ہیں۔ ذکر اللہ جو دلوں میں ہوتا ہے اس کی ضد زیغ جو ان دلوں میں ہوتا ہے: جو فتنہ برپا کرنے کے لیے آیات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں، ان کے دلوں میں ہوتا ہے؛ شر ناشکری عناد سرکشی تکبر ان کے دلوں میں ہوتا ہے، شیخ نجدی شیطان دیو تو جن کے دلوں میں شیخ نجدی اور دیوبند ہے وہ تعظیم رسول کے منکر ہیں اس کی تفصیل و تشریح سورہ بلد کی تفسیر میں دیکھیے۔

اطمینانِ قلب

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ آگاہ ہو جاؤ، ذکر اللہ سے اطمینانِ قلب ہوتا ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اطمینانِ قلب ہوتا ہے؛ تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا تو عرش پر تحریر فرمایا: ''لا الہ الا اللہ''، تو عرش اس نام کی عظمت سے اور ہیبت سے لرزنے لگا اور کانپنے لگا تو حق تعالیٰ نے عرش پر لکھا ''محمد رسول اللہ فسکن''، تو ٹھہر گیا اور دوسری حدیث ہے قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے دل عرشِ الٰہی ہیں تو جب ایمان داروں کے دل عرشِ الٰہی ہیں تو عرشِ پر اللہ تعالیٰ لا الہ الا اللہ لکھتا ہے تو لرز جاتا ہے کانپ جاتا ہے یعنی مرد مومن کا دل کانپ جاتا ہے لرز جاتا ہے پھر جب اس مرد مومن کے دل پر محمد رسول اللہ لکھتا ہے فسکن ٹھہر جاتا ہے سکون پاتا ہے، جیسے قرآن شریف فرماتا ہے تطمئن القلوب دل مطمئن ہو جاتے ہیں نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے او آپ کی رحمت سے تو یہ ہے وہ خیر اور یہ ہے قلبِ شاکر اور یہ ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ذکر اللہ سے اطمینان قلب ہوتا ہے اور اطمینان اس شخص کو ہوتا ہے جس شخص کو کوئی پریشانی، جسے کوئی خوف رنج وغم نہ ہو، جسے کوئی تکلیف ہے یا کوئی بھی پریشانی ہے دشمنوں سے خوف ہے کوئی رنج وغم ہے یا کوئی مقدمہ ہے اسے کس طرح اطمینان قلب ہو سکتا ہے تو معنی یہ ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لینے سے اور ان پر درود سلام کے پڑھنے سے بیماریاں، مصیبتیں اور بلائیں اور آفتیں دفع کر دی جاتی ہیں تو اس وجہ سے آدمی کو اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے ''الا'' متنبہ ہو جاؤ کہ اگر اطمینانِ قلب تم کو حاصل کرنا ہے تو نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لینے سے یہ اطمینانِ قلب حاصل

ہو گا کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک باعث دفع بلا ہے (جس بدنصیب کو درود تاج کے پڑھنے پر یوں اعتراض ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دافع بلا کہا گیا ہے! اس سے دفع بلا پھر کیسے ہو گا) اور اطمینانِ قلب کا۔ اس کو تعبیر کرتا ہے قرآن شریف:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۴)

انھیں کوئی خوف نہیں اور غم نہیں ظاہر ہے۔ جنھیں کوئی خوف اور غم نہ ہو گا، انھیں کو اطمینانِ قلب ہو گا تو یہ فرمانا قرآن شریف کا ہے کہ اطمینانِ قلب نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اور پھر فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

آگاہ ہو جاؤ اللہ والوں کو اولیاء اللہ کو خوف و غم نہیں ہوتا ہے۔

یعنی ان کا قلب مطمئن ہوتا ہے اور قلب کا اطمینان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں، جو درود پڑھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور درجات ولایت کے بہت ہوا کرتے ہیں۔ اپنے اپنے درجے کے لائق درود پڑھنے والا اللہ کا ولی ہے اللہ کا دوست ہے؛ تو خوف اللہ سے ہے اور رجا محمد رسول اللہ سے ہے اور ایمان نام ہے خوف و رجا کا خوف متعلق لا الہ الا اللہ کے ہے اور رجا متعلق محمد رسول اللہ کے ہے تو وہ جو غلامی محمد رسول اللہ میں درجۂ کمال کو پہنچتے ہیں تو یہ وہ ہیں قرآن ان کے لیے فرماتا ہے لاخوف علیھم ان کے لیے خوف نہیں تو نامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجا ہے (تو اللہ تعالیٰ سے رجا محض ہے اس کی مغفرت و رحمت کی بوسیلہ محمد رسول اللہ وشفاعت محمد رسول اللہ بغیر آپ کے وسیلے کے اور شفاعت رب تعالیٰ سے خوف محض ہے تو اولیاء اللہ کو رجا ہوتی ہے اولئک یرجون رحمت سے یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور وہ ان جیسے نہیں جن کے لیے فرمایا اولیک لا یرجون رحمۃ اللہ یہ میری رحمت (رحمۃ اللعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے شفاعت کے امیدوار نہیں (منکر ہیں) اور ان کے لیے صفت آئی (لاخوف علیھم کی) اور جب نام محمد رسول اللہ ﷺ کے اثرات کسی دل کے اوپر پوری طرح آجاتے ہیں۔ (تو وہ دل زندہ ہو جاتا ہے) بدلیل اس آیت کے:

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲۵)

دیکھو تم آثارِ رحمت الٰہی کی طرف (بارش کی طرف) کسی طرح مردہ زندہ کر دیتی ہے اور حدیث میں آیا ہے "مثلی کمثل غیث کثیر" میری مثال بہت زیادہ بارش کی مثال ہے تو وہ مصداق ہو جاتا ہے لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کا ان کو خوف نہیں ہے اور وہ غم نہیں کرتے۔ پھر وہ لوگ کہ جو نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اور قدر کو اور آپ کی شان جمال و جلال کو نہیں پہچانتے ہیں اور اہل ایمان کے اوپر طعن کرتے ہیں ارجاکا، ان کو مرجیہ کہتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں خوارج خارجی اہلِ سنّت پر طعن کرتے ہیں ارجاکا، اہلِ بدعت اہلِ سنّت کو ارجاکا الزام لگایا ہی کرتے ہیں تو الحمدللہ اہلِ سنّت ہم ہیں اور ہم پر یہ الزام لگانے والے اہلِ بدعت ہیں (بدعت کے معنی ہیں در حقیقت نئے عقیدے والے نئے دین والے جیسا کہ حضرت شیخ نے تحریر فرمایا کہ وہ بدعتی ہیں اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ بدعت سنت میں پڑھیے جو زیرِ طبع ہے پھر آگے قرآن شریف ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ

وہ اولیا جن کی شان یہ ہے کہ انھیں خوف و غم نہیں وہ جو ایمان لائے اور یہ کہ اللہ سے ڈرتے تھے اور ذکر کیا گیا ہے (تفسیر آیہ کریمہ وازلفت الجنۃ للمتقین کے رسالے میں) کہ تقویٰ نام ہے ادب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یعنی

ایمان لاتے تھے اور ادب کرتے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ یتقون کے معنٰی ہوتے ہیں: (وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ) کی تفسیر الدرر السنیہ میں ملاحظہ فرمائیں:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذَالِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

خوشخبری کیا ہے

لهم البشریٰ کا۔ لهم خاص انھیں کے لیے بشریٰ ہے کہ یہ حصر کے واسطے آیا ہے تقدیم ماحقہ التاخیر فائدہ دیتی ہے حصر کا۔ لھم البشری بشری خاص ان ہی کے لیے ہے ان کے غیر کے لیے نہیں دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بدلنا نہیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے (جو درود وسلام پڑھنے والوں کے لیے ہے) تو بشری کیا ہے جو خاص ہے اولیاء اللہ کے لیے جن کے لیے فرماتا ہے: لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یہ ترجمہ ہے تطمئن القلوب کا اور تطمئن القلوب کس کے لیے آیا۔ الابذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنی جو نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے گا، اسے اطمینانِ قلب حاصل ہوگا (بشفاعت وبرکت ورحمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اسے کوئی خوف اور غم نہ ہوگا لھم البشری تو انھیں کے لیے بشری ہے دنیا وآخرت میں جو نام محمد رسول اللہ ﷺ لیتے ہیں اور ان پر درود وسلام پڑھتے ہیں تو وہ بشری کیا ہے جو ان کے لیے خاص ہے ان کے غیر کے لیے نہیں یہ چند احادیث سے معلوم ہوگا۔

خویصرہ نجدی

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ میں ہیں (یہ حدیث بخاری شریف میں ہے مسلم وابن ماجہ میں بھی ہے)، غنائم کو تقسیم فرمارہے ہیں ایک بنی تمیم نجدی نے جس کا نام ذوالخویصرہ ہے کہا، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ انصاف کیجیے آپ انصاف نہیں کررہے ہیں"۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا" حضرت عمر اور حضرت خالد نے عرض کیا "یارسول اللہ اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن ماردیں" حضور ﷺ نے فرمایا "چھوڑ دو کہ اس کی اولاد سے اس کے گروہ سے آخر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے لیکن دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے سیماہم التحلیق ان کی علامت سر مونڈانا ہے۔" تو بنی تمیم ہے وہ شخص ذوالخویصرہ حضور فرماتے ہیں اس کی اولاد سے آخر زمانے میں تو کتاب التوحید کا مصنف پیدا ہوا سن ۱۱۱۱ھ میں، جو بانی ہے مذہب دیوبندیت اور وہابیت کا وہ اسی کے اولاد یا قبیلہ سے ہے وہ بھی بنی تمیم سے ہے اور جب اس نے اپنے مذہب کو ایجاد کیا تو لوگوں کے سروں کو مونڈوادیا کرتا تھا، یہاں تک کہ عورتوں کے سروں کو بھی منڈوادیا کرتا تھا تو حضور فرماتے ہیں ان کی نمازوں کو اپنی نمازوں سے حقیر سمجھو گے دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ نہیں لوٹیں گے دین میں یہاں تک کہ تیر کمان میں لوٹے (۲۶)۔ دوسری حدیث میں یوں آیا کہ اس نے کہا پورا کیجیے یارسول اللہ اپنے وعدے کو جو آپ مجھ سے کرچکے ہیں تو حضور نے فرمایا ابشر بشری کو قبول کر بشارت کو قبول کر تو بولا یہ تو بہت مرتبہ کہہ چکے ہیں تو حضور نے اپنا مونھ اس کی طرف سے پھیر لیا اس نے بھی حضور سے پشت کرلی حضور نے فرمایا رد البشری اس نے بشری کو رد کردیا لوٹا دیا فاقبلا انتما تو تم دونوں یعنی حضرت بلال اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ان سے کہتے ہو تم دونوں اس کو قبول کرلو وہ کہتے ہیں قبلنا یارسول اللہ ہم نے اسے قبول کرلیا یارسول اللہ یہ محل عمل نہ ہے جس چیز کو اہل نجد نے قبول نہیں کیا حضور ان دونوں سے کہتے ہیں تم قبول کرلو۔ وہ

دونوں کہتے ہیں ہم نے قبول کیا تو ہمیں بھی کہنا چاہیے جس بشریٰ کو اہلِ نجد نے قبول نہیں کیا قبلنا یارسول اللہ قبلنا یارسول اللہ قبلنا یارسول اللہ (اپنی زبان سے کہہ لینا چاہیے) ہم نے اسے قبول کر لیا یارسول اللہ تو حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں ہاتھ دھوئے چہرۂ مبارک دھویا اور اس میں کلی کر دی اور کہا اس پانی کو تم دونوں پی لو اور اپنے چہرے اور سر پر ڈال لو۔ حضرت ام سلمہ نے کہا (پردے میں سے) مجھے نہ بھول جانا تو ان کو بھی وہ پانی دیا گیا تو یہ کیا چیز ہے جو حضور ﷺ نے ان کو دی؟ تبرک دیا۔ معلوم ہوا بشریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک ہے جس کے یہ منکر ہو گئے۔ دوسری حدیث اسی بخاری میں ہے کہ اہلِ نجد کا وفد حضور کی خدمت میں آیا حضور ﷺ ان سے کہتے ہیں اقبلوا البشری یا بنی تمیم اے بنی تمیم بشری کو قبول کر لو بولے لائیے دیجیے کیا دیتے ہیں حضور ﷺ کے چہرے میں ناراضی کا اثر دیکھا گیا؛ اس کے بعد اہلِ یمن کا وفد آتا ہے حضور کہتے ہیں اقبلوا البشری یا اہلِ یمن اذلم یقبلوا ابنی تمیم بشریٰ کو تم قبول کر لو اے اہلِ یمن جب کہ اسے بنی تمیم اہلِ نجد نے قبول نہیں کیا وہ عرض کرتے ہیں قبلنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس کو قبول کر لیا یارسول اللہ ہمیں بھی کہہ لینا چاہیے کہ اس قسم کا کہنا نفع عظیم رکھتا ہے اور صحابہ کے ساتھ متابعت ہے۔ بشریٰ کیا ہے؟ بشری ہے شفاعتِ محمد رسول اللہ ﷺ، بشریٰ ہے غلامیِ محمد رسول اللہ ﷺ، بشریٰ ہے برکتِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ تو بشریٰ ہے مغفرت غلامانِ محمد رسول اللہ کے لیے، یہ خاص ہے ان ہی کے لیے آیۂ کریمہ قل یاعبادی بغور پڑھنے سے معلوم ہو گا۔

تو یہ وہ بشارتیں ہیں یہ وہ خوشیاں ہیں جن کو انھوں نے قبول نہیں کیا، ہم نے قبول کر لیا قرآن کہتا ہے لھم البشریٰ خاص انہیں کے لیے بشریٰ ہے ان کے غیر کے لیے نہیں۔

حدیث نے بتایا کہ اس بشریٰ کو قبول نہیں کیا ہے اہلِ نجد نے اور ذوالخویصرہ تمیمی کی اولاد معنوی نے (اور یہ ہیں دیوبندی مودودی غیر مقلد وہابی) شیخ نجدی کے اتباع اور اس کی ذریت نے جس بشریٰ کو قبول نہیں کیا لھم البشریٰ وہ بشریٰ ان کے لیے ہے بھی نہیں، وہ اللہ کے ولیوں اور دوستوں کے لیے ہے جنھیں کوئی خوف اور غم نہیں جن کا دل تطمئن القلوب کے مصداق ساکن و مطمئن ہے۔

اللھم صلی علی سیدنا مولانا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ (۲۷)

بشارت حاصل کرو، خوشی مناؤ اس بیعت پر جو تم رسول سے کر چکے ہو یعنی اقرارِ غلامیِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشیاں حاصل کرو کہ یہ وہ بشریٰ ہے، جو خاص ہمارے ہی لیے ہے اور اس بشریٰ کو بھی نجدی نے ردالبشریٰ کے مصداق رد کر دیا۔ قبول نہیں کیا تو الحمد للہ

اللہ رب محمد صل علیہ وسلما نحن عباد محمد صل علیہ وسلما

مزید خوشخبری

بشریٰ کا اور بشارت کا ذکر قرآن شریف فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۲۸)

خوش خبری دے دو بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں یہ کہ ان کے واسطے قدم صدق ہے ان کے رب کے پاس ان کے رب کے حضور و نزدیک۔ اس آیت کی شرح و تفسیر میں حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہم (متوفی ۵۰۰ھ) شفا شریف کے اندر فرماتے ہیں زید بن اسلم اور حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ہیں کہ شفاعت فرماتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری سے ہے کہ قدم صدق سے مراد شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تو خوش خبری دیجیے اہلِ ایمان کو کہ ان کے لیے قدم صدق، ان کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت مقرب ہونا اور آپ کا شفاعت فرمانا اور آپ لی شفاعت کا مقبول ہونا نہایت درجہ خوشی اور مسرت اور بشارت ہے۔ تو یہ اہلِ ایمان کے لیے ہے، منکرین شفاعت کے لیے نہیں؛ منکرین شان محبوبیت رسول کے لیے نہیں۔ یہ خوشی وبشارت ان کے لیے ہے جو ایمان لائے اور جو ان سے محبت کرتے ہیں؛ جو ان کے اوپر درود وسلام پڑھا کرتے ہیں، جو ان کو اپنا وسیلہ سمجھتے ہیں، جن کی رب تعالیٰ کے یہاں شنوائی ہے، جن کی شفاعت مقبول ہے اور جو اس کے لیے ماذون ہیں وہ رب تعالیٰ کے بہت بڑے مقرب ہیں کہ اتنا مقرب کوئی دوسرا نہیں ہے اور ان کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کی محبوبیت کی وہ شان ہے کہ رب تعالیٰ سے جو عرض کریں گے بمصداق اس حدیث شریف کے کہ لئن سألتنی لاعطینہ مجھ سے جو بھی مانگے میں ضرور دوں گا۔ تو یہ بڑی بشارت وخوشخبری ہے اہلِ ایمان کے لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے ہیں اس کے رب کے حضور یعنی شفاعت فرمائیں گے ہماری؛ تو جو شفاعتِ رسول کا منکر ہو گا اور ان کی محبوبیت و مرتبۂ وجاہت کا منکر ہوا کہ اس وجاہت و محبوبیت کی وجہ سے ان کی شفاعت قبول ہے تو جس نے اس کو رد کیا، اس نے بشریٰ کو رد کیا، قبول نہیں کیا۔ تو الحمد للہ ہم بشریٰ کو قبول کر رہے ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۲۹)

کہہ دو اے محبوب اے میرے غلامو! یعنی اے غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا روم نے تحریر فرمایا ہے کہ (بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بخواں) قل یا عباد اپنا بندہ کہہ کر رسول خدا نے یا عبادی کہہ کر قرآن میں پکارا ہے اور مشکوٰۃ شریف کی دو حدیثوں میں آیا ہے ایک حضرت اسماء بنت زید سے ہے اور ایک حضرت ثوبان سے جو ولی ہیں (غلام آزاد کردہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (دونوں حدیثوں کا مضمون متقارب ہے) سنا میں نے کہ، فرمارہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا وهولا یبالی)

تو یہاں حضور آیت نہیں پڑھ رہے ہیں۔ اگر یہ آیت پڑھتے ہوتے تو قل سے شروع کرتے، ترجمہ ہو رہا ہے "اے میرے غلاموں جنھوں نے گناہ کیے ہیں اللہ کی رحمت رحمۃ للعالمین سے ناامید نہ ہو، اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اسے کچھ پرواہ نہیں" تو یہ فرمانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے فرمان واجازت سے ہے۔ قل یعنی کہہ دو جس کے کہنے کا حکم ہے، حضور کہہ رہے ہیں کہ جو میرا غلام ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ غفور ہے، رحیم ہے؛ مگر یہ خاص عبادی کے لیے، غلامانِ محمد رسول اللہ کے لیے ہے، جس نے غلامیِ رسول اللہ کو رد کر دیا اس نے مغفرت و بشریٰ کو رد کر دیا (انہ ھو الغفور الرحیم) غفور ورحیم ہے گناہوں کو بخش دیتا ہے، رحیم و رحمت والا ہے۔ تو معنیٰ غفور رحیم کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے اپنی رحمت سے اور رحمت ہیں رحمۃ للعالمین تو معنیٰ ہوئے شفاعتِ محمد رسول اللہ سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیتا ہے۔ عبادِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اس خوش خبری کے لیے نحن عباد محمد صل علیہ وسلما کا اقرار بہت ضروری ہے یہ وہ نعمت ہے جس کے لیے قرآن شریف

میں آیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (۳۰)

کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنھوں نے بدل دیا اللہ کی نعمت غلامیِ محمد رسول اللہ کو ناقدری سے اور یہ ہے اللہ کا وہ احسان جس کو قرآن شریف میں فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (۳۱)

اللہ نے بہت احسان فرمایا ہے مسلمانوں پر جب کہ اس نے ان کے اندر اپنا رسول بھیجا۔ تو بشریٰ ہے غلامیِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ غفور رحیم ہے۔ تو یاد رہے کہ غفور کے ساتھ رحیم آنا یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے بہ شفاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ خاص ہے غلامانِ محمد کے لیے صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی مثالیں قرآن شریف میں بہت ہیں۔

شفاعتِ رسول

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳۲)

رب تعالیٰ نے کچھ کلمات آدم علیہ السلام کے دل پر القا فرمائے تو ان کلمات کے ساتھ توبہ کی، بے شک رب توبہ کا قبول کرنے والا اور رحمت والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے بوسیلہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کی تو آپ کی توبہ قبول ہوئی ایک مدت تک گریہ کرتے رہے۔ کچھ شنوائی نہ ہوئی تو وہ جو القا ہوا ہے وہ وسیلہ جناب سرور کائنات کا متعلق ہے اور اس آیت میں تواب ورحیم کا آنا اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف جس میں توابا رحیما آیا اور وہ اس طرح ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (۳۳)

اگر وہ ظلم کریں (گناہ کریں) تو تیری خدمت میں حاضر ہوں (اے محبوب تم بھی ان کی شفاعت کرو تو پائیں گے اللہ کو تو اب رحیم توبہ کا بہت زیادہ قبول فرمانے والا رحمت والا) تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے آپ سے وسیلہ کیا تو اللہ تواب رحیم ہے کہ توبہ قبول فرماتا ہے اپنی رحمت سے کہ (وہ رحمۃ للعالمین ہے) یعنی اپنے محبوب کی شفاعت سے اور ایک مثال اس آیۃ کریمہ میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝۱۵۹ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳۴)

بیشک جو لوگ چھپا رہے ہیں اس چیز کو جو ہم نے اتاری صاف روشنی اور ہدایت (کنایہ ہے نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ شفا شریف دیکھیے) اس کے بعد کہ ہم اسے خوب واضح طور پر بیان فرما چکے، یہ وہ ہیں کہ اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور اللہ والے لعنت کرتے ہیں (جن پر یہ لعنت پڑ رہی ہے وہ یہ کہتے ہیں کسی کو برا نہ کہنا چاہیے) مگر وہ جنھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور ظاہر کر دیا (جسے چھپا رہے تھے یعنی نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہ وہ ہیں کہ ان کی توبہ میں قبول فرماؤں گا اور میں تواب ورحیم ہوں۔ تو یہاں تواب رحیم نے یہ اشارہ کیا کہ وہ آیت یاد کرو جو اوپر گزری (ولو انهم اذظلمو انفسهم) جب میرے محبوب کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو پائیں گے اللہ کو تواب ورحیم، اس کے بغیر نہیں۔ یعنی روضۂ رسول پہ حاضر ہوں جس کی حاضری کا انکار کر رہے ہیں اور اس بارے میں صحیح متواتر احادیث کا انکار کر رہے ہیں الدرر السنیہ

دیکھیں اور اس مختصر میں زیادہ کی گنجائش نہیں۔

اللھم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنامن لدنک رحمة انک انت الوھاب اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمدوالہ واصحبہ وبارک وسلم بعدد کل ذرۃ قطرۃ وریشۃ وشعرۃ الف الف فی الف الف مرۃ فی کل لمحۃ اضعافا مضا عفۃ الی یوم القیامۃ اللھم مغفرۃ لذنوبنا وقضاء لحاجاتنا واصلاحالاعمالنا و وقایۃ من شر انفسنا وکفایۃ عن شر اعمالنا وتحفظنا بھامن جمیع البلاء والبلوی الخارج من الأرض والنازل من السماء۔۔۔۔ بھا عمن سوات اللھم استلک بھا فرحنا بماذا وعلی ماذا ولماذا الی یقوم القیامۃ فی اھلنا وعیالنا واولادنا ومرید نا ومدرستنا ومسجد نا ومن معناو فی جمیع المسلمین والمسلمات الأحیاء منھم والأموات اللھم اجعل برکا تھا فیھم وفیھن الی یوم القیامۃ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ محمد واصحبہ اجمعین۔

حواشی

۱۔ پارہ ۱۳، سورۂ رعد، آیت ۲۸۔
۲۔ پارہ ۱۶، سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۲۴۔
۳۔ پارہ ۲۵، سورۂ زخرف، آیت ۳۶۔
۴۔ پارہ ۲۲، الاحزاب، آیت ۵۶۔
۵۔ پارہ ۱۵، سورۂ کہف، آیت ۲۸۔
۶۔ پارہ ۲۸، سورۂ منافقون، آیت ۱۔
۷۔ پارہ ۲۸، سورۂ مجادلہ، آیت ۱۹۔
۸۔ پارہ ۱۵، سورۂ کہف، آیت ۲۸۔
۹۔ مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ۔
۱۰۔ پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴۔
۱۱۔ پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۲۔
۱۲۔ پارہ ۱۴، سورۂ نحل، آیت ۱۱۴۔
۱۳۔ پارہ ۱۳، سورۂ ابراہیم، آیت ۲۸-۲۹۔
۱۴۔ پارہ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۷۹-۸۰۔
۱۵۔ پارہ ۸، سورۂ اعراف، آیت ۱۶-۱۷۔
۱۶۔ پارہ ۵، سورۂ نساء، آیت ۱۴۷۔
۱۷۔ پارہ ۳۰، سورۂ قدر، آیت ۵۔
۱۸۔ مشکوٰۃ شریف، باب الجمعۃ، الفصل الثالث۔
۱۹۔ بحوالہ مسلم شریف۔
۲۰۔ پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۳۳۔
۲۱۔ بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب العلم۔
۲۲۔ پارہ ۲۶، سورۂ ق، آیت ۲۴-۲۵۔
۲۳۔ پارہ ۳، سورۂ آلِ عمران، آیت ۷۔
۲۴۔ پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۶۲۔
۲۵۔ پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت ۵۰۔
۲۶۔ الدرر السنیہ۔
۲۷۔ پارہ ۱۱، سورۂ توبہ، آیت ۱۱۱۔
۲۸۔ پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۲۔
۲۹۔ پارہ ۲۴، سورۂ زمر، آیت ۵۳۔
۳۰۔ پارہ ۱۳، سورۂ ابراہیم، آیت ۲۸۔
۳۱۔ پارہ ۴، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۶۴۔
۳۲۔ پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۳۷۔
۳۳۔ پارہ ۵، سورۂ نساء، آیت ۶۴۔
۳۴۔ پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۹-۱۶۰۔

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا خاں بحیثیت عاشقِ رسول ﷺ

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو (رئیس کلیہ معارف الاسلامیہ، سندھ یونیورسٹی، جام شورو)

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علّتہائے ما

سرزمینِ ہند کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ عاشقِ رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ ملتِ طیبہ طاہرہ کے ایک ایسے وفا شعار محبِ صادق تھے کہ انہوں نے فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و وارفتگی ہی کو اصل الاصول قرار دے کر زندگی کا لمحہ لمحہ یادِ محبوب میں قربان کر دیا اور اضطرابِ دلی بڑھا تو حکیم و طبیب ان کے زخمِ جگر کا علاج کیا کرتے کہ سوز دروں اور آہِ گرم سے ایسا دھواں اُٹھا جس میں حرارتِ عشق سے بوئے کباب آنے لگی۔

تُو نے تو کر دیا طبیب آتش سینہ کا علاج
آج کے دور آہ میں بوئے کباب آئے کیوں
(رضاؔ)

اور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے ذکر و فکر میں آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ اس میں خونِ جگر کی آمیزش نظر آنے لگی۔

دل کھول کے خوں رولے غمِ عارضِ شہ میں
نکلے تو کہیں حسرتِ خوں نابہ شدن پھول
(رضاؔ)

داغِ دل حبِ مہر نیم روز کی طرح چمک۔ اُٹھا تو اس کی شعاعوں کو یاقوتِ مرجان سے زیادہ قیمتی سمجھنے لگے اور اس دردِ محبت پہ اتراتے ہوئے بے تابیٔ شوق میں پکار اُٹھے

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اُٹھائے کیوں؟
(رضاؔ)

عاشقِ مصطفیٰ کے وجد و شوق اور ذوقِ فدائیت کا یہ عالم ہے کہ جس سر میں رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا سودا نہ سمایا ہوا اور جو دل ان کی یاد سے خالی ہے، آپ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت ہی نہیں۔

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
(رضا)

اور دیارِ حبیب کی کشش ہے کہ کشاں کشاں ان کے جان و دل اور ہوش و خرد ہر ایک کو محبوبِ کردگار کے قدموں پہ ڈال دیتی ہے۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا
(رضاؔ)

خطیرۃ القدس کی زیارت کو پہنچتے ہیں تو تنہا نہیں بلکہ اس سفر شوق میں ساری کائنات کو شریکِ سفر بنانے کا جذبۂ بے کراں چشمۂ سیال کی طرح ان کے ایک ایک لفظ سے امنڈتا ہوا دعوتِ عام دیتا نظر آتا ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو
(رضاؔ)

اور نبضِ حیات ڈوبنے کے بعد بھی انہوں نے اپنے نہاں خانۂ دل میں ایسی روشن اور درخشندہ و تابندہ شمع فروزاں کر رکھی ہے کہ اس معراجِ عشق پر کونین کی ساری عظمتیں قربان ہو جائیں۔

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کے چلے

(رضاؔ)

ان کے دلِ دیوانہ کی آخری تمنا بھی کتنی حسین اور قابلِ صد رشک ہے۔

یاالٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اُٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰی کا ساتھ ہو

(رضاؔ)

واللہ! اس جذب و مستی، سرشاری و وارفتگی پر تو یہ سارا عالم ہی نہیں بلکہ کروڑوں جہان قربان کیے جاسکتے ہیں۔ کتنا والہانہ انداز اور ایمان افروز دیوانگی ہے۔ یہ شیفتگی و نیاز کیشی اور ذوقِ فدائیت اپنے پورے شباب پر ہے۔

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

(رضاؔ)

ربِّ قادر و قیوم اس قلبِ مضطر پر صبح و شام اپنی رحمت و غفران کی موسلا دھار بارش برسائے جو عشقِ محمدی کے سوز و ساز میں مدت العمر آتش مجمر کی طرح سلگتا رہا اور داغ ہائے عشقِ احمدی کی تجلّیات سے جس کا مرقدِ مبارک آج بھی روشن و منوّر ہے اور ابدالآباد تک اس عاشقِ رسول کی کتابِ زندگی سے سینۂ مومن کو عشق و محبتِ رسول کی گرانمایہ سوغات ملتی رہے گی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عاشقِ رسول کے فیضِ صحبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے بوستانِ عشق و وفا کا ہر خوشہ چیں اپنے قلب میں ایسا کیف و سرور محسوس کرتا جس کی لذت روح تو محسوس کر سکتی ہے مگر الفاظ و معنی اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور سچ ہی کہا ہے کسی کہنے والے نے۔

رو کش مشکِ ختن ہے بوئے بستانِ رضا
رشکِ طوبیٰ ہے ہر اِک نخلِ گلستانِ رضا

سلطانِ عشق کی ایک نگاہِ کیمیا اثر جب ان کے دریوزہ گروں پر پڑ جاتی تو جمالِ محبوبِ خدا کی دلربائی کا نقشہ دل و دماغ کے ایک ایک رگ و ریشہ میں اس طرح رچ بس جاتا کہ کسی پہلو انہیں چین نہ لینے دیتا اور زبانِ حال سے شمعِ سحر کی زبانِ سوختہ بھی پکار اُٹھتی کہ چشمِ بصیرت ہو تو دیکھو کہ حقیقت میں یہی دیوانگانِ میخانۂ حجاز اور یہی عاشقانِ سوختہ رونقِ بزمِ کون و مکاں ہیں۔

ملیحِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا ہر زخمِ جگر ایک نمک دان ہونے کی فریاد کرتا ہے۔ جو آہ و فغاں اور نالہ و شیون نہیں کرتے بلکہ صبر و شکیب کا دامن تھام کر اس دولتِ عشق پر یوں ناز کرتے ہیں۔

دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں، گل ہوں، برقِ تپاں ہوں، سحاب ہوں

(رضاؔ)

خرمنِ علم و فضل کے خوشہ چینوں اور مے کدۂ عشق و عرفان کے مے کشوں کے اندر آپ بادۂ عشقِ رسول کی حرارتیں اس طرح منتقل کرتے رہے کہ ان کی روح بھی تر و تازہ اور شاداب ہوگئی اور ان کا سینہ ایسا صاف و شفاف ہوا کہ عظمتِ رسول علیہ التحیہ والثناء کا مدینہ بن گیا۔ چناچہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"حضرت (مولانا وصی احمد) محدث صاحب سورتی اور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سیّد محمد صاحب اشرفی کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرفِ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد ان کا تذکرہ ان کے

فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔
اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا:

سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی۔ بلکہ وہ ایمان جو مدارِ نجات ہے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا۔ میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینے کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں۔ اس لیے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمے کو میں اپنے لیے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں۔[۱]

علم یقیناً ایک بڑی دولت ہے جو اصحابِ علم کو فکر و نظر اور بصیرت و بصارت سے نوازتی ہے اور بیعت و ارشاد بھی صفائیِ باطن کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے جس سے قلب و نگاہ دونوں کو بیک وقت طہارت و پاکیزگی نصیب ہوتی ہے اور اس سے خلقِ خدا کی روحانی تشنگی سیراب ہوتی ہے۔ لیکن نغمۂ عشقِ رسول کے جذبِ کشش اور اس کی قوت تاثیر کا کیا پوچھنا کہ وجدان عش عش کر اٹھتا ہے اور اس نوائے لاہوتی سے مردِ مومن کی روح جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار نے عاشقِ مصطفیٰ اور ان کے دیارِ عشق و وفا کا تذکرہ کس والہانہ انداز میں کیا ہے:

''آپ کی طبیعت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ لگن بس رہی تھی اور عشقِ مدینہ کی جو مستی دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کا وہی اثر تھا کہ آپ نے تحصیلِ علم کے دوران اپنے اساتذہ کو چنا جن کا جسم ہند میں تھا اور روح روضۂ انور کی جاروب کشی کرتی تھی۔ آپ کو جہاں کہیں بھی کسی محبِ رسول عالمِ دین کی خبر پہنچتی، آپ وہیں جا پہنچتے۔

بریلی شریف میں جو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گلستان کھلا ہوا تھا جہاں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلاب مہکتے تھے۔ مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلدستے سجائے جاتے تھے۔ فضاؤں میں منقبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نغمے گونجتے تھے جب اس باغ کی خوشبوئیں آپ کے دماغ تک پہنچیں تو دلِ بے تاب ٹھہر نہ سکا، روح مضطرب ہوگئی۔ آپ بے اختیار اس کوچے میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے کا درس دیا جاتا تھا، نگاہوں سے دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیاں بھری جاتی تھیں، بریلی کے در و دیوار سے وارفتگیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی تھی، آپ وہاں بصد ادب و نیاز پہنچتے اور اس کے در پر حاضر ہوتے جس کا سینہ سوز و گدازِ اویس قرنی کا پرتو تھا۔ آنکھوں میں جامی کی التجاؤں کا انداز تھا۔ دل میں صدیق کی تڑپ کی جھلک تھی، ماتھے کی وسعت پر رازی کا گمان ہوتا تھا۔ چہرے کی سادگی سے رومی کا جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔

غرض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی شخصیت کیا تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ گزرے ہوئے عشاق کی پریشان ادائیں ایک جگہ مجتمع ہوگئی ہیں۔[۲]

سارے جہاں میں دھوم تھی کہ بریلی کی سرزمین عشق و عرفان کی راجدھانی ہے۔ وہاں محبت کے چشمے ابلتے ہیں جس کے آبِ زلال سے روحِ ایمان سیراب اور گلشنِ دین تر و تازہ ہو اٹھتا ہے اور جس کے شاداب گلابوں کی خوشبو اور ان کی رعنائی و برنائی سے ہندوستان کا ایک ایک خطہ رشکِ فردوس بن گیا ہے۔

شوال ۱۳۵۲ھ مطابق جنوری ۱۹۳۴ء میں علمائے اہلِ سنّت اور علمائے دیوبند کے درمیان مسئلۂ غیب کے سلسلے میں مسجد وزیر خان، لاہور میں ایک مناظر ہونا طے پایا تھا جو فریقِ مخالف کی شاطرانہ چالوں کی نذر ہوگیا۔

اس کی رپورٹ کا ایک حصہ پروفیسر محمد علی ایم۔اے۔بی۔ایس ریٹائرڈ لاہور کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

''اسی دوران حاجی شمس الدین مرحوم جو حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص عقیدت مندوں میں تھے، ایک روز علامہ اقبال مرحوم کو لے کر صدر دفتر حزب الاحناف (لاہور) میں آئے۔ اس وقت وہاں پر

مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلفِ اکبر فاضلِ بریلوی) اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

علامہ اقبال کے سامنے حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ قدس سرہ (خلیفۂ فاضلِ بریلوی) نے ان مسائل متنازعہ پر ایسی واضح مدلل تقریر فرمائی کہ تمام مجمع ششدر رہ گیا اور علامہ اقبال بے تاب ہو کر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ گھگی بند گئی۔

جب مجلس برخواست ہوئی تو علامہ (اقبال) مرحوم نے نہایت ارادت اور پوری گرم جوشی کے ساتھ حضرت مولانا دیدار علی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف کی اور آپ کی شانِ والا میں یہ ناقابلِ فراموش الفاظ بیان کیے:

''ایسا عاشقِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو دیکھنے میں نہیں آیا۔'' [۳]

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاضلِ بریلوی کے خلفا و تلامذہ بھی ان کے مکتبِ عشق سے نکلے تو اکنافِ ہند میں پھیل کر اس نرالی اور انوکھی تعلیم کا اس طرح چرچا کیا کہ دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگا۔ روح وجد کر اُٹھی۔ مسلم آبادیوں میں عشقِ مصطفیٰ کے پرچم لہرانے لگے اور تقدیسِ رسالت کی ایسی تحریک چلائی کہ عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف مبغوض نگاہیں اُٹھانے والے خود اپنی ہی نظر میں ذلیل و خوار ہو گئے۔

اس مسلم معاشرے میں انہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ دیوانگانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر پیغامِ عشق کو عام و تام کرتے رہے جس سے دیدہ و دل ان کے لیے فرشِ راہ ہو گئے اور ہر طرف ملی جلی آواز ابھرنے لگی:

''ایسا عاشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو دیکھنے میں نہیں آیا۔''

اب کچھ بزرگ شخصیتوں کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیں جو خود اسی کیفیتِ عشق میں سرشار ہیں۔

شیخِ طریقت حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی ارشاد فرماتے ہیں:

''میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں کیوں کہ فقیر کے عقیدے میں مذہب کی بنیاد عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد ادب پر ہے۔ مولانا بریلوی کو ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔'' [۴]

حضرت مولانا مفتی سیّد حامد علی جلالی دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''وہ (فاضلِ بریلوی) فنافی عشقِ رسولِ کریم تھے۔ اپنے محبوب کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر ان کے عشق کے سمندر کا ایک قطرہ بھی میسر ہوتا تو ہم اسے عین حقیقت اور الفت، مودّت کہتے، قدس سرہٗ۔ [۵]

ضیاء المشائخ حضرت محمد ابراہیم فاروقی مجددی شور بازار، کابل، افغانستان کا ایمان افروز تاثر ہے کہ

''مولانا احمد رضا خاں قادری حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور آلِ حضور کی محبت میں سرشار تھے۔ ان کا دل عشقِ محمدی کے سوز سے لبریز تھا۔ چنانچہ ان کے نعتیہ کلام اور نغمات اس حقیقت پر شاہد عادل ہیں۔ مولانا کے اس کلام نے مسلمان مردوں اور عورتوں کے دلوں کو عشقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس نور سے روشن کر دیا ہے۔'' [۶]

حضرت صاحبزادہ ہارون الرشید، دربارِ عالیہ، موہڑہ شریف آپ کے ہر قول اور ہر فعل کے بارے میں یعنی اس عاشق کے لیے بیان فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر قول اور ہر فعل عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح لبریز معلوم ہوتا ہے گویا خالقِ کُل نے آپ کو احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے لیے شمعِ ہدایت بنایا ہے تاکہ یہ مشعل اس جادہ پر چلنے والوں کو تکمیلِ ایمان کی منزل سے ہم کنار کر سکے۔'' [۷]

حضرت صاحبزادہ محمد طیب، دربار، عالیہ قادریہ شتالو شریف سری کوٹ ضلع ہزارہ نے کس عمدگی کے ساتھ کیفیتِ دل کا اظہار فرمایا ہے:

"اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام سننے سے ہر صاحب ایمان وجد میں میں آجاتا ہے، مقامِ غور ہے کہ جس شخص کی زبان پر یہ کلام جاری ہوا، اس ہستی کی کیا کیفیت ہوگی۔ لاریب آپ کو فنافی الرسول کا مقام حاصل تھا۔" [۸]

ذکر و فکرِ محمدی میں شب و روز کے لمحات گزارنے والے اور پاکیزہ قلب و نگاہ رکھنے والے بھی بالاتفاق جسے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے نوازیں، اس کے عشق کی سرفرازی کا کیا کہنا۔

"یہ اس کی دین ہے، جسے پروردگار دے"

آخر میں کچھ جدید علما و مفکرین اور دانش وروں کی رائے بھی پیشِ خدمت ہے۔

کہ ان کے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا

ابوالکلام آزاد صاحب نے بمبئی کی ایک مجلس میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا بلکہ اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا کہ مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔ [۹]

بانیٔ جماعتِ اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی کے نائب مولوی غلام علی صاحب، حضرت فاضلِ بریلوی کی چند تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ "جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی، وہ بہت کم علما میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹتا ہے۔" [۱۰]

حوالہ جات

۱۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، ص: ۶۵۔
۲۔ حیاتِ استاذ العلماء، ص: ۱۵، مطبوعہ سرگودھا۔
۳۔ ماہنامہ "رضوان" لاہور۔ ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۱۴۔
۴۔ مراۃ العاشقین، ص: ۱۰۳، مطبوعہ لاہور۔
۵۔ فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات، ص: ۱۷، طبع چہارم، مطبوعہ لاہور۔
۶۔ پیغاماتِ یومِ رضا، ص: ۱۸، طبع دوم، لاہور۔
۷۔ پیغاماتِ یومِ رضا، ص: ۲۷، طبع دوم، لاہور۔
۸۔ پیغاماتِ یومِ رضا، ص: ۳۱، طبع دوم، لاہور۔
۹۔ تحقیقات، ص: ۱۲۴، مطبوعہ الہ آباد۔
۱۰۔ ہفت روزہ "شہاب" لاہور۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۶۲ء۔

قارئین کرام توجہ فرمائیں!

ان شاء اللہ معارفِ رضا کا آئندہ شمارہ سالنامہ ہوگا جو فروری ۲۰۱۱ میں امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۱ کے موقع پر شائع ہوگا۔ اور یہی سالنامہ ساتھ ہی انگریزی معارف کا الگ شمارہ بھی شائع ہوگا۔ اس لیے جنوری، فروری اور مارچ کا معارفِ رضا شائع نہیں ہوگا۔ اگلا ماہنامہ اپریل ۲۰۱۱ء کا ہوگا۔ معارفِ رضا کے رکن حضرات کو اردو سالنامہ معارفِ رضا اعزازی طور پر روانہ کیا جائے گا۔ انگریزی معارفِ رضا ممبران کو ۵۰ فیصد رعایت پر ملے گا۔

دورِ جدید میں تبلیغِ دین کے لیے مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی دس وصیتیں (ایک تحقیق و تنقیدی جائزہ)

از: حامد علی علیمی، (اسٹوڈنٹ ایم۔ ایس، علوم اسلامی، جامعہ کراچی)

الحمد للہ علیٰ إحسانہ دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے لے کر آج تک بے شمار سعادت مند اس خدمتِ دین کو انجام دیتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ روزِ حشر تک جاری رہے گا۔ ہمیں یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اے اللہ! ہمیں بھی اپنے دین کی خدمت اور اس کے غلبہ کے لیے کام کرنے والوں میں قبول فرما، تاکہ ہم بھی دنیا و آخرت میں فلاح پانے والوں میں سے ہو جائیں، ورنہ یہ غلبۂ دین کا کام تو ہو کر ہی رہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے جسے قرآنِ کریم کی سورۂ توبہ آیت ۳۳، سورۂ فتح آیت ۲۸ اور سورۂ صف آیت ۹ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ الآیۃ۔

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے“۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج اِلاَّ مَا شَآءَ اللہُ دنیا میں مفید تبلیغ واشاعتِ دین کا کام کما حقہٗ نہیں ہو رہا، کہیں افراط ہے تو کہیں تفریط، گویا ہر ایک زبان حال سے یہی کہتا نظر آتا ہے کہ میں ہی درست ہوں، قرآنِ کریم اس طرزِ فکر کو یوں بیان کرتا ہے: ﴿كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ (سورۂ مؤمنون: آیت: ۵۳، و سورۂ روم، آیت: ۳۲) ترجمہ: ”ہر گروہ، جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے“۔ نیز مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسائل بڑھتے جا رہے ہیں، خصوصاً، یہ پندرھویں صدی ہجری کہ جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس میں ایک بڑا مسئلہ معاش کا ہے، اگر اس تمام صورتِ حال کا جائزہ ایک حدیث شریف کی روشنی میں کرلیں تو معلوم ہوگا کہ شاید یہ وہی دور ہے جس کا حدیث میں ارشاد ہوا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے جسے طبرانی نے ”معجم کبیر“ میں حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((اِذَا كَانَ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ فِیْهَا مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِیْرِ یُقِیْمُ الرَّجُلُ بِهَا دِیْنَهٗ وَدُنْیَاهُ))۔ یعنی: ”آخری زمانے میں درہم و دینار کی ضرورت لازمی ہوگی، جس سے آدمی اپنے دین اور دنیا کے کام کرے گا“۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج دین کا کام بھی درہم و دینار یعنی مال کے بغیر ممکن نہیں ہے، مثلاً: ائمہ و خدام مساجد، مدرسین و معلمین وغیرہ کی تنخواہوں کے لیے، مساجد، مدارس و جامعات وغیرہ کی تعمیر و مرمت اور ان کے مختلف بلوں کی ادائیگی کے لیے ایک خطیر رقم درکار ہوتی ہے۔ اگر یہ مذکورہ افراد بھی معاش کے لیے گھروں سے نکل جائیں تو یقیناً اُمت تبلیغ واشاعتِ دین کے حوالے سے مسائل کا شکار ہو سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اُمتِ مرحومہ کے امور کی ذمّے داری دی گئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے لیے حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مشورے پر ایک مناسب وظیفہ مقرر کیا تاکہ آپ مکمل توجہ کے ساتھ اپنے فرائضِ منصبی ادا کر سکیں اور معاش کی طرف سے بے فکر ہو جائیں۔ اسی طرح کا

ذکر ہمیں امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ملتا ہے۔

انھی اُمور کے پیشِ نظر حکمائے اُمت نے مسلمانوں کو ہمیشہ کچھ ایسی نصیحتیں اور وصیتیں کیں جن کی وجہ سے ہر دور میں تبلیغ واشاعتِ دین کا کام احسن انداز میں انجام پاتا رہا اور کیوں نہ ہو کہ عربی کا مقولہ ہے "قَوْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ" یعنی: "دانا کی بات کسی حکمت سے خالی نہیں ہوتی"۔ بس آج کے اس جدید دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اِن نصیحتوں اور وصیتوں پر اخلاص کے ساتھ صحیح معنوں میں عمل کیا جائے تا کہ تبلیغ دین کا فریضہ کماحقہ سر انجام دیا جاسکے۔

اس دور میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ (بظاہر) ترقی یافتہ مسلمانوں سے اسلام کی ترقی ہو رہی ہے؛ لہٰذا مسلمان جتنی ترقی کرتے جائیں گے اسلام بھی اتنی ہی ترقی کرے گا، یہ فکر سر تا سر غلط ہے، کیونکہ اسلام کی ترقی میں مسلمانوں کی ترقی مضمر ہے، نہ کہ مسلمانوں کی ترقی میں اسلام کی ترقی۔۔۔!

اسلام کی ترقی کے لیے آج سے تقریباً سو(100) سال پہلے اُمت کے ایک عظیم رہبر و راہ نما مولانا شاہ احمد رضا خان حنفی علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کو صرف دس وصیتیں کیں تھیں ("الفتاوی الرضویۃ"، ج29، ص599-600)، جو اس قدر جامع ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جاتا تو شاید حالات آج کے مقابلے میں بالکل برعکس ہوتے، کاش اِن پر صحیح معنوں میں عمل کیا جائے۔۔۔! اَلمیہ یہ ہے کہ اُن کے اپنے (نام نہاد) چاہنے والوں نے بھی اِن پر نہ تو عمل کیا اور نہ ہی دوسروں کو اِن کی تلقین کی، وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ عَلیٰ ذٰلِکَ، رہے حقیقی محب و معتقد تو وہ اپنی اپنی جگہ پر کچھ نہ کچھ عمل کر رہے ہیں۔

ان چند سطور میں اِن وصیتوں کی اہمیت کا ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، جسے ایک نئے انداز میں جدید دور کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاہم اہلِ علم کو اختلافِ رائے کا مکمل حق حاصل ہے کہ وہ جہاں مناسب سمجھیں اصلاح فرمائیں۔ ذیل میں اُن دس وصیتوں کو مختصر تشریح وتوضیح سے پیش کیا جاتا ہے:

اولاً: عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ظاہر ہے قرآن وحدیث کے مطابق بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا، ہر مسلمان مرد وعورت پر دینی فرائض میں سے ہے، ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ: "تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ))۔ لہٰذا اگر مدارسِ دینیہ نہ کھولے جائیں گے تو کم از کم آج کے دور میں باقاعدہ تعلیمیں نہیں ہو سکتیں، جس پر تجربہ شاہد ہے، کیونکہ اب وہ تشنگانِ علم ہی نہیں رہے (الا ماشاء اللہ) جو اساتذہ کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اپنی پیاس کو بجھائیں، اور استاد کے در پر پڑے رہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے مدارس ہوں جہاں باقاعدہ حقیقی دینی تعلیم دی جائے۔

"عظیم الشان" سے مراد صرف رقبے کے لحاظ سے بڑا ہونا ہر گز نہیں ہے، بلکہ اس کی قید اس لیے ہے کہ جیسے "تعلیم" مختلف الانواع ہوتی ہے اسی طرح طبائع بھی مختلف ہوتی ہیں، جیسا کہ وصیت نمبر ۴ میں آتا ہے؛ لہٰذا فرضِ عین تعلیم کے ساتھ ساتھ فرضِ کفایہ ومابعدہ کے لیے بھی انتظام ہونا چاہیے تا کہ جو مزید سیکھنا چاہے وہ سیکھ سکے؛ نیز تبلیغِ دین کا کام سب پر فرضِ عین بھی نہیں، بلکہ اگر کچھ افراد بھی اس کو ادا کریں تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ﴾، (سورۂ آلِ عمران، آیت: 104) ترجمہ: "اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے"، نیز ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾، (توبہ، آیت: 122) ترجمہ: "اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں"۔

تنبیہ: راقم کے نزدیک ہر وہ تعلیم جو مسلمان کے دین و دنیا میں نفع بخش ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف مائل کرے) وہی تعلیم قرآن و سنت کی مطلوب ہے، اور جو اس کے برعکس ہو وہ مراد نہیں؛ اگرچہ بظاہر دینی ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ قرآن و سنت دین و دنیا دونوں کی بھلائی مانگنے کی تلقین کرتے ہیں، فَتَأَمَّلْ وَلَا تَعَجَّلْ فَتَغْفَلْ۔

ثانیاً: طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ممکن ہے انھیں گرویدہ کرنے کے لیے ہی ان کا حق اسلام میں اس قدر عظیم رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مالوں میں ان کے لیے باقاعدہ ایک حصہ زکوٰۃ کی صورت فرض کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: 60) ترجمہ: "زکوٰۃ تو انھیں لوگوں کے لیے ہے جو محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کرکے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے"۔

چنانچہ مفسرین کرام نے بہ اختلافِ آرا "اللہ کی راہ میں" اور "مسافر" سے مراد "طالبِ علم" لیا ہے۔ یہ طلبہ قوم و ملت کے حقیقی امین ہیں کہ جو امانت علم کی صورت میں ان کے پاس ہے، اسے اس کے اہل کے پاس یعنی جو نہیں جانتے اُن کے پاس پہنچا دینا ان کی ذمہ داری ہے، کما لا یخفیٰ علی المتأمل۔

تنبیہ: معاشرہ کے خوش حال مسلمان اپنے صدقات واجبہ و نافلہ سے ان تمام امور کی انجام دہی کے لیے ایک "بیت المال" قائم کریں تاکہ جہاں کہیں بھی، جب بھی کسی کو مال کی ضرورت ہو اس کی معاونت کی جاسکے۔

ثالثاً: مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کر کوشش کریں۔

اس پر موجودہ دور میں عمل صرف دنیاوی تعلیمی اداروں میں دیکھنے کو ملتا ہے، خصوصاً بیرونِ ممالک جہاں لوگوں پر علم کی اہمیت وافادیت واضح ہو چکی ہے، رہے دینی مدارس تو ماسوائے چند کے سب میں مدرسین کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے، انیس انیس (۱۹) سال سے خدمت کرنے والوں کی تنخواہیں اس دور میں بھی بہ مشکل تمام دس سے بارہ ہزار روپے ہوئی ہیں، جبکہ نئے آنے والے اساتذہ کی تنخواہ تو دو (۲) سے چار (۴) ہزار روپے کے درمیان ہی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب استاد ہی آسودہ حال نہیں تو پڑھانے میں دل کہاں لگے گا، بلکہ اکثر وہ دوسرے معاش کے ذرائع ڈھونڈنے لگتا ہے، اگر پڑھایا بھی تو صرف کتاب کا ترجمہ، رہی موجودہ دور کے حساب سے تشریح و توضیح

تو وہ نہیں ہو پاتی۔ اس طرح طلبہ میں جدید دور کے حساب سے مسائل کے احکام سے آگاہی نہیں ہو پاتی۔ حقیقت یہ ہے ہنر مند و تربیت یافتہ طلبہ اسی صورت میں تیار ہو سکتے ہیں جبکہ اساتذہ کو بیش قرار تنخواہیں دے کر فارغ البال کیا جائے ورنہ معاشرے کو اچھے افراد نہیں مل سکتے۔

رابعاً: طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے، معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع ہو، کوئی کسی فن پر، کوئی کسی پر۔

جیسا کہ مذکور ہوا کہ جیسے "تعلیم" مختلف الانواع ہوتی ہے، اسی طرح طبائع بھی مختلف ہوتی ہیں اور یہ ایک فطری بات ہے، اس کی آسان مثال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زیرِ سایہ تربیت پانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بعض کچھ علوم میں مہارت رکھتے تھے اور بعض دیگر کچھ اور علوم میں، گو کہ تربیت ایک ہی معلم کریم ﷺ سے حاصل کی تھی، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کی مانند کہا گیا ہے کہ ستاروں کی روشنی بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ وصیت اس وجہ سے بھی ہے کہ ہر فن کے لیے کچھ لوگ ہوتے ہیں جیسا کہ عربی کی کہاوت ہے: "لِكُلِّ فَنٍّ رِّجَالٌ"، یعنی: ہر فن کے لیے کچھ افراد ہیں۔

گویا طلبہ کی جانچ کے بعد انھیں مختلف قسم کے جہاد کے لیے تیار کیا جائے، مثل جہاد باللسان، بالقلم اور بالسیف وغیرہ، تاکہ یہ مجاہدین اپنے اپنے عملی میدان میں باطل کے خلاف جہاد کر سکیں۔ حدیث میں ہے: ((اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَنْ يُّجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ))، ترجمہ: "مؤمن وہ ہے جو اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے"۔ یعنی مدرسین، واعظین اور مناظرین تو جہاد باللسان کرنے والے ہوں، جبکہ مصنفین اپنی تلوار یعنی قلم کی نوک سے باطل کے خلاف لکھ کر جہاد کرنے والے۔ مگر ان تمام قسم کے جہادوں میں اصولِ قرآنی یاد رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾۔ (سورۂ نحل: آیت: ۱۲۵) ترجمہ: "اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو"۔ نیز تخصص (Specialization) کے علاوہ مختلف فنون بھی باقاعدہ کروایا جائے، مثلاً تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث واصولِ حدیث وتقابلِ ادیان وغیرہ میں، تاکہ اس کے ماہرین بھی تیار ہو سکیں۔

خامساً: ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں۔

یعنی جیسا کہ مدرسین کے لیے بیش قرار تنخواہیں ہیں، اسی طرح ان (طلبہ) کے لیے بھی مقرر کی جائیں تاکہ معاش کی طرف سے مطمئن ہو کر جس طرح دین کی خدمت کر سکتے ہیں وہ کریں۔ ان تمام مذکورہ کاموں کے لیے ممکن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو ایک مرکزی مسجد کا امام بنا دیا جائے، جہاں روزانہ، ہفت روزہ یا کم از کم ماہانہ علمِ دین سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کیا جائے، جسے مختلف ناموں سے انعقاد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً: درسِ قرآن، درسِ حدیث اور درسِ فقہ وغیرہ۔ نیز امامِ مسجد لوگوں کے روز مرہ کے مسائل کے لیے وقتاً فوقتاً انھیں وقت دیتا رہے۔ نیز جہاں کہیں سوادِ اعظم کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں وہاں قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے جوابات بھی دیتا رہے، جیسا کہ اس دور میں تو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

سادساً: حمایت (مذہب و ردِّ بد مذہباں میں) مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

یعنی لکھنے کی صلاحیت کے حامل افراد کو نذرانے دے کر مفید کتب ورسائل لکھوائے جائیں، اگر ایک سے زائد زبانوں میں ان کی ضرورت ہو تو ان سب میں بھی تحریر کروائے جائیں یا پہلے سے تحریر شدہ ہیں تو ترجمہ کروایا جائے۔ مثلاً ملک پاکستان میں اردو کے علاوہ علاقائی زبانوں میں مفید دینی کتب کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لیے کہ وہ زبان بولنے والے بھی دین کی حقیقی تعلیم سے آگاہ ہو سکیں، شاید اس چیز کی اہمیت کو "عیسائی مشنریز" بہت اچھی طرح جان چکے ہیں لہذا اُن کا لٹریچر دنیا کی تقریباً ہر زبان میں دستیاب ہے، لیکن اسلامی لٹریچر نہیں ہے۔ کتاب کی اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہیں، پھر اگر کتاب سوادِ اعظم کی حمایت میں قرآن وسنت سے مدلل ومبرہن ہو تو اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر کوئی خود سے لوجہ اللہ یہ کام کر رہا ہے تو ہمیں کم از کم اس کی خدمت میں کچھ مال ہی نذر کر دینا چاہیے تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو، یہ ضروری نہیں کہ جو نہیں لکھ رہا اسے نذرانے دے کر لکھوایا جائے۔

سابعاً: تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کیے جائیں۔

اس پر کام نہ ہونے کے برابر ہے، کتنی ہی کتابیں اور رسائل زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں کہ کب ان کو طبع کیا جائے گا، نہ صرف سلف صالح کی کتب بلکہ عصر حاضر کے مصنفوں کی عمدہ کتب ورسائل بھی اسی میں شامل ہیں۔ مثلاً خود مولانا احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ورسائل اور خصوصاً مختلف کتب پر موجود عربی وفارسی حواشی آج بھی طبع کیے جانے کے منتظر ہیں۔ اب یا تو کوئی ان پر کام کرنے والا نہیں، اگر کام کرنے والا ہے تو کوئی انھیں طبع کرنے والا نہیں، اگر طبع کرنے والا ہے تو کام کرنے والوں کو نذرانے دینے والا نہیں، اگر نذرانے دینے والا ہے تو وہ کسی اور کے کام کو اپنے نام سے چھپوانے والا ہے، کچھ ایسے "ادارے" بھی ہیں جو لاکھوں روپے مختلف بزرگوں کے ناموں پر کھا رہے ہیں مگر مفید کام کچھ بھی نہیں کر کے دکھا رہے۔ راقم کی رائے یہ ہے کہ اگر ہر "دار العلوم" و"جامعہ" یہ عزم کر لے کہ ہر سال صرف دو مفید تصنیف شدہ یا نو تصنیف کتابیں عمدہ طباعت کے ساتھ شائع کر کے اپنے آس پاس کے افراد میں مفت تقسیم کرے تو چند سالوں میں نہ صرف لوگوں میں دینی تعلیم عام ہو جائے گی بلکہ علوم وفنون کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی جمع ہو جائے گا، راقم کے خیال میں صرف ملک پاکستان کے نامور دار العلوم وجامعات ہی ایسا کر لیں تو مسائل کافی حد تک حل ہو جائیں۔

ثامناً: شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیِ اعداء کے لیے اپنی فوجیں، میگزین، رسالے بھیجتے رہیں۔

جس طرح اس دور میں نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، خصوصاً Electronic Media میں، اس کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم ہر بڑے شہر وگاؤں میں ایک یا ایک سے زائد ایسی جامع شخصیات ہوں کہ جو ہر طرح کے چیلنج کا مقابلہ کر سکیں، نیز Media Channel کے لیے بھی مختلف علوم میں ماہر افراد تیار ہوں، اور اگر ہر شہر یا گاؤں میں نہیں تو جہاں میسر ہیں وہاں سے جب بھی جہاں کہیں ضرورت ہو سے بھیج کر اعدائے دین کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر فرد نہیں بلکہ کسی قسم کے رسالے یا کتاب کی ضرورت ہو تو اسے ارسال کیا جائے، الغرض ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کام کے لیے تیار رہے۔ یہ

سب اُس صورت میں ممکن ہے کہ جب کسی شہر یا ملک میں ایک مرکزی جگہ ہو جہاں سے کام انجام پاسکیں ورنہ بنا مرکز یہ ایک مشکل کام ہو سکتا ہے۔

تاسعًا: جو ہم میں قابل کار، موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

ہر سال کتنے ہی موتی و جواہرات مختلف دار العلوموں اور جامعات سے سندِ فراغت حاصل کرتے ہیں مگر اپنے صحیح مصرف میں استعمال نہیں ہو پاتے اور وجہ مسئلۂ معاش ہوتا ہے، اگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو فارغ البال نہ کیا جاتا تو شاید آج "احیاء علوم الدین" و "کیمیائے سعادت" وغیرہ جیسی مفید کتب سے ہم محروم ہوتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ جوہری صفت اساتذہ ایسے موتیوں اور جواہرات کی حوصلہ افزائی کریں اور ممکن ہو تو خود سے انھیں فارغ البال کرکے کام میں لگائیں، یا کسی کے ذریعے سے یہ کام کروائیں، ورنہ خدانہ کرے یہ موتی کسی اور کے ہاتھ لگ گئے تو افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

آج کتنے ہی حقیقی و قابل حاملینِ علمِ دین ایسے ہیں کہ سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد کسی دنیاوی ادارے یا آفس میں نوکری کر رہے ہیں، ان میں بعض ایسے ہیں کہ اُصولِ فقہ، حدیث یا تفسیر میں ماہر ہیں، تو کچھ ایسے ہیں جو فقہ، حدیث یا تفسیر میں ماہر ہیں کتنے ہی ایسے ہیں جن میں مفتی کی صلاحیت ہے؛ مگر افتاء میں ہونے کی بجائے کسی اور کام میں مصروف ہیں، اور شاید اپنے صحیح مصرف میں استعمال نہیں کیے جارہے۔ یہی نہیں بلکہ معاشیات، عمرانیات، انفارمیشن ٹیکنولوجی، طبعیات، حیاتیات، ریاضی وغیرہ جیسے علوم میں ماہر مسلمان بھی آج ماسوائے چند سب کے سب یہود و نصاریٰ یا ہنود کے پاس نوکری کر رہے ہیں۔ صرف وطنِ عزیز پاکستان سے کتنے ایسے جواہرات بیرونِ ممالک لے جائے جاچکے ہیں، مزید لے جائے بھی جارہے ہیں۔ وجہ صرف یہی ہے کہ یہاں مسلمانوں کے پاس انھیں دینے کو نوکریاں نہیں یا اگر ہیں تو تنخواہ کم ہے کہ گزر کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح تقریباً علم و ہنر کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کا یہی حال ہے، در حقیقت ہم نے ہی اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو بربادی کے دہانے لا کھڑا کیا ہے، کسی دوسرے کو قصوروار ٹھہرانا درست نہیں ہے، اس سلسلے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کس قدر صادق آتا ہے کہ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (53)﴾ (سورۂ انفال، آیت: ۵۳) ۔ ترجمہ: "یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انھیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں اور بیشک اللہ سنتا جانتا ہے"۔ اور فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾۔ (سورۂ رعد، آیت: ۱۱) ترجمہ: "بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں"۔

شاعر کہتا ہے: ؎

جو کچھ بھی ہیں سب اپنے ہی ہاتھوں کے کرتوت
شکوہ ہے زمانے سے نہ قسمت سے گلا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنے ہی ہاتھوں کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

آج کوئی غزالی، رازی، فارابی، ابن سینا، بو علی سینا یا احمد رضا خان حنفی جیسا کوئی نظر نہیں آرہا، اس کی وجہ یہی ہے کہ جن لوگوں میں مذکورہ افراد بننے کی صلاحیتیں ہیں ان کی

صلاحیتیں کسی اور کاموں میں صرف ہو رہی ہیں لہٰذا اگر اس وصیت پر عمل کیا جانے لگے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں کہ پھر ہمیں کوئی اس دور میں غزالی، رازی یا احمد رضا خان حنفی وغیرہ جیسے افراد مل جائیں۔

عاشراً: آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

ہمارے یہاں تقریباً ہر مدرسہ و دار العلوم سے ہر ماہ رسائل تو بہت سے نکلتے ہیں مگر مفید بہت کم ہی ہوتے ہیں۔ اکثر میں غیر مفید وغیر معیاری مواد ہوتا ہے یا پھر مکرر مضامین شائع کیے جاتے ہیں یا آپس میں ہی ایک دوسرے کے خلاف لکھا جا رہا ہوتا ہے۔ یقین نہ آئے تو ماہنامے پڑھ کر دیکھیے، آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔ پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ رسائل وماہنامے یہ لوگ اپنے پیسوں سے نہیں شائع کرواتے بلکہ یہ مالِ وقف سے کرتے ہیں اور مالِ وقف کا حکم یتیم کے مال کی طرح ہے کہ اگر صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا گیا تو پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (10)﴾۔ (سورۂ نساء: آیت: ۱۰) ترجمہ: ”وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے“۔ مگر حیرت ہے کہ یہ لوگ اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے، بفرضِ محال اگر اپنے پیسے سے نکالتے ہیں تو راقم کے مطابق اسراف و تبذیر میں شمار ہونا چاہیے، رہے معدودے چند مفید رسائل تو وہ اس میں شامل نہیں، کیونکہ عربی کا قاعدہ ہے کہ اَلشَّاذُّ كَالْمَعْدُوْمِ یعنی:

”شاذ و نادر چیز، نہ ہونے کی طرح ہے“، رہا کسی اخبار کا تعلق تو کوئی مفید اخبار نہیں نکلتا، اگر ایک دو ہیں بھی تو بھی کسی کام کے نہیں۔

لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ مفید خالص مذہبی اخبار نکالا جائے جس میں مفید مضامین و مستند خبریں شائع کی جائیں اور ممکن ہو تو بقیمت وبلا قیمت شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ بھیجے جائیں۔ نیز اس دور میں ایک (یا ایک سے زائد) Media Channel کی اشد ضرورت ہے جس میں حقیقی معنوں میں دین کی معلومات فراہم کی جائیں، اور دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ ان سب کاموں کے لیے ایک خطیر رقم کی ضرورت ہے اور بلاشبہ حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ: "آخر زمانے میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے گا"۔[۱]

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔[۲]

الراجی إلی کرم ربّہ الجلی

حواشی

۱ "کشف الخفاء"، حدیث ۳۲۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۶۶۔

۲ "الفتاوی الرضویۃ"، ج29، ص599-600۔

☆☆☆☆

عشق و محبت ، عشق و محبت
اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت

عقیل احمد (پی ایچ ڈی اسکالر، کراچی یونیورسٹی، کراچی)

کہا جاتا ہے کہ سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ اس محاورے میں کتنی صداقت ہے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے؛ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں سفر ضرور کرتا ہے، چاہے اس کی نوعیت اور غایت کچھ بھی ہو۔ مقصدیت کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو سفر کی چند اقسام سامنے آتی ہیں جن میں مذہبی اسفار، سماجی اسفار اور سیاسی اسفار سرفہرست ہیں۔

بہر کیف کسی بھی نیک مقصد کے لیے سفر کرنا ایک جائز اور مستحسن امر ہے۔ جولائی 2010ء میں راقم الحروف اور میرے برادرِ اصغر جناب خلیل احمد شیخ 7 ر جولائی بروز بدھ دن بارہ بجے کی پرواز سے ایک مذہبی سفر کے لیے دبئی روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر مشہور مؤرخ و محقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی کتاب "برصغیر پاک وہند کی ملت اسلامیہ" زیرِ مطالعہ رہی۔ دبئی ائیر پورٹ پر امیگریشن کے معاملات سے فارغ ہو کر باہر آئے تو میرے عزیز جناب سلیم صاحب ہمیں لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ بڑی محبت سے ملے، جب ان کے گھر پہنچے تو تمام اہلِ خانہ تپاک سے ملے۔ کھانے کے بعد ہم ہوٹل آئے، جہاں ہماری رہائش کا انتظام جناب سلیم صاحب نے کیا ہوا تھا۔ پہلا دن ملنے ملانے میں گزر گیا، اگلے دن بروز جمعرات 8 ر جولائی معراج النبی ﷺ کی رات تھی اور یہ دن وہاں کے سنی حلقے بہت ذوق و شوق سے مناتے ہیں۔ اس ناچیز کو دبئی میں مقیم فخر اہلِ سنّت جناب مفتی محمد عباس رضوی صاحب نے معراج النبی ﷺ کانفرنس منعقدہ جامع مسجد فیضان مدینہ سوناپور لیبر کیمپ میں مدعو کیا ہوا تھا جو بعد نمازِ عشا تھی۔ مفتی عباس رضوی صاحب ایک عرصے سے وہاں محکمۂ اوقاف میں ہیں اور بڑے ہی مخلص اور راسخ العلم ہیں۔ مفتی صاحب کے حکم کے مطابق ہم بعد نمازِ عشا وہاں پہنچے۔ وہاں انتظامیہ میں سے جناب مہربان صاحب اور جناب قاری صداقت صاحب نے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا۔ حاضرین کی ایک بڑی تعداد مسجد اور مسجد کے باہر تک موجود تھی۔ لوگوں نے بھی اپنائیت کا مظاہرہ کیا، کھڑے ہو کر نعرے بلند کیے۔ وہاں ایک نیا نعرہ سننے کو ملا جو یہ تھا (عشق و محبت، عشق و محبت؛ اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت)۔ کیونکہ ہم اہلِ سنّت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کا خصوصی روحانی فیضان ہے۔ اس لیے وہاں کے لوگ یونہی نعرے لگاتے ہیں۔ اس کانفرنس میں پاکستان، انڈیا اور بنگلہ دیش کے لوگ موجود تھے۔ اس خاکسار کا بیان ہو رہا تھا کہ مفتی عباس رضوی بھی تشریف لے آئے تو وہاں موجود لوگوں نے مزید ذوق و شوق سے نعرے لگائے، طبیعت سرشار ہو گئی اور دورانِ تقریر ہی یہ خیال آیا کہ بریلی سے دبئی کا فاصلہ بہت ہے لیکن اس عظیم رات میں لوگ اس عاشقِ صادق اور نبیِ کریم ﷺ کے سچے غلام امام احمد رضا خاں سے کتنی محبت کرتے ہیں، جن کے شاید اسلاف نے بھی امام احمد رضا کو نہ دیکھا ہو؛ لیکن وہ سب جانتے ہیں کہ سیدی اعلیٰ حضرت نے محبتِ رسول ﷺ ہی کا درس دیا ہے۔ اس لیے تو وہ عشق و محبت اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگا رہے

ہیں۔ اسے حسنِ اتفاق کہہ لیجئے یا اعلیٰ حضرت کا روحانی تصرف کہ معراج کے موضوع پر اعلیٰ حضرت کے اشعار سے راقم نے اور جناب مفتی صاحب نے اپنی اپنی تقریر کو مزین کیا۔ تقاریر کے بعد صلوٰۃ وسلام مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھا گیا، پھر دعا ہوئی اس کے بعد لنگر کھلایا گیا، جہاں موجود قاری صداقت صاحب نے اگلے روز جمعہ کی تقریر کا وعدہ لیا اور سواری بھیجنے کا بھی کہہ دیا۔ جامع مسجد فیضانِ مدینہ سے مفتی عباس رضوی صاحب کے ساتھ دعوتِ اسلامی کے پروگرام میں آئے، جہاں پر آنے کا حکم جناب عرفان موسیٰ صاحب نے دیا تھا۔ بہت عظیم الشان پروگرام تھا جو پاکستان سینٹر میں منعقد تھا۔ تھوڑی دیر وہاں شرکت کرنے کے بعد مفتی صاحب سے اجازت لے کر اور دعوتِ اسلامی کے احباب سے مل کر واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے، جہاں ہمیں جناب محمد اکرم صاحب، جو 1976ء سے وہاں مقیم ہیں، نے ڈراپ کیا۔ جمعہ کے دن صبح دس بجے ہی جناب ندیم صاحب خورفکان (الفجیرہ) سے اور جناب جیلانی صاحب شارجہ سے ملنے آئے اور ساتھ چلنے کو کہا۔ ہم نے جمعہ کی تقریر کی وجہ سے معذرت کر لی۔ ٹھیک پونے بارہ بجے جناب قاری صداقت صاحب اور عاطف صاحب لینے آئے۔ ساڑے بارہ بجے جامع مسجد فیضانِ مدینہ پہنچے اور جاتے ہی تقریر شروع ہو گئی۔ یہاں پر اس گناہ گار نے "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" پر گفتگو کی۔ جمعہ کے بعد لوگ بڑی محبت سے ملے جس میں آستانۂ عالیہ شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ کے مریدین بھی تھے۔

اس کے علاوہ ہفتہ کے دن کچھ اور دوستوں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ اتوار کے دن ہمیں ابو ظہبی روانہ ہونا تھا، جہاں ہمارے عزیز دوست جناب مفتی حافظ محمد عارف گولڑوی صاحب مہتمم ادارۂ فیضانِ اہلِ سنّت نے دو مقامات پر راقم کے لیے تقاریر کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ اتوار کو عصر کے بعد ابو ظہبی کے لیے روانہ ہوئے اور دو گھنٹے میں وہاں پہنچ گئے۔ بس ٹرمینل پر مفتی صاحب کے ایک دوست ہمیں لے کر مفتی صاحب کے ادارے پہنچے۔ مفتی صاحب دیدۂ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے منتظر تھے۔ تھوڑی دیر مفتی صاحب کے ادارے میں قیام کے بعد المصفح جو ابو ظہبی کا انڈسٹریل اسٹیٹ ہے وہاں میگا سٹار کمپنی کے اندر جامع نوری مسجد کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں کے مہتمم جناب علامہ محمد ریاض صاحب تھے۔ عشا کی نماز ہو چکی تھی۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے بڑے شیدائی ہیں اس لیے آپ نے اپنی گفتگو میں اعلیٰ حضرت کا خصوصی ذکر کرنا ہے۔ دبئی، ابو ظہبی وغیرہ میں راقم نے یہ بات خاص طور پر دیکھی کہ تمام مذہبی نوعیت کے پروگرام عشا کی نماز کے فوری بعد شروع ہو جاتے ہیں اور دو ڈھائی گھنٹے میں ختم بھی ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ صبح بروقت لوگ [illegible]ے اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا ہے۔ اس مسجد میں بھی تلاو[illegible] [illegible] کے بعد اس ناچیز کا اعلان کیا گیا۔ بحمدہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کے خصوصی فیضان کی بدولت اپنی تقریر میں معترضین جو اعلیٰ حضرت پر قبر پرستی اور مزارات کے حوالے سے لغو اعتراضات کرتے ہیں اس کا دلائل کے ساتھ رد کیا جس کو حاضرین نے خوب سراہا۔ پروگرام کا اختتام صلوٰۃ وسلام پر ہوا۔ بعد میں علامہ ریاض صاحب نے اپنی لائبریری دکھائی، جس میں اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابرین کی تصانیف کثیر تعداد میں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ علامہ ریاض صاحب برصغیر پاک وہند کے جید علما کی تقاریر کی آڈیو کیسٹس تیار کرواتے رہتے ہیں جو وہاں کے سنی حلقے ذوق و [illegible] سے حاصل کرتے ہیں۔ علامہ ریاض صاحب نے بتایا [illegible] سب سے زیادہ مانگ خطیبِ اعظم پاکستان [illegible] مولانا حافظ محمد شفیع

اوکاڑوی علیہ الرحمۃ کی تقاریر کی ہوتی ہے، بلکہ علامہ اوکاڑوی کی تقاریر کے ساتھ ساتھ ان کی تصانیف بھی نہایت مقبول ہیں۔ جو جیسے ہی آتی ہیں ہاتھوں ہاتھ فوراً ہی بک جاتی ہیں۔ بہت خوشی ہو رہی تھی کہ وطن سے دور ایسے احباب موجود ہیں جو فکرِ رضا کو فروغ دینے کے لیے شب و روز کام کر رہے ہیں۔ یہاں سے واپسی پر مفتی صاحب مطعم آمنہ العرب جو ایک ریسٹورنٹ ہے وہاں لائے یہ ریسٹورنٹ ایک پاکستانی سنی بزرگ جناب حاجی صوفی محمد عرب صاحب کا ہے، جو پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے ایک علاقہ ایوبیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور علامہ محمد شفیع اوکاڑوی کے پرانے دوستوں میں سے ہیں۔ جناب صوفی عرب صاحب ان دنوں پاکستان آئے ہوئے تھے ان کے صاحبزادے بڑی محبت سے ملے، نہایت پر تکلف کھانا کھلایا، کھانے کے دوران صالحین کا تذکرہ بھی ہوتا رہا اور اس خاکسار کی آنکھیں کئی بار اشکبار بھی ہوئیں کہ یہ ان اللہ والوں کے نام ہی کی برکت ہے کہ جن کا نام لے کر آج ہم ہر طرح سے مزے کر رہے ہیں۔ یہاں سے ادارۂ فیضانِ اہلِ سنّت پہنچے تو ڈھائی بج رہے تھے۔ اگلے دن جو پروگرام تھا اس کے کچھ ضروری نکات تیار کیے اور سو گئے۔

صبح فجر کی نماز مفتی صاحب کے پیچھے ادا کی تھوڑی دیر کے لیے پھر آرام کیا۔ صبح دس بجے جناب حاجی عبد اللطیف قادری صاحب کو ملنے گئے جو وہاں بہت بڑے ٹرانسپورٹر ہیں اور ابوظہبی میں علامہ محمد شفیع اوکاڑوی کے دورۂ 1981ء میں میزبانوں میں سے تھے۔ مفتی صاحب نے قادری صاحب کو آنے کا مقصد بتایا۔ جناب عبد الطیف قادری صاحب علامہ محمد شفیع اوکاڑوی کا ذکر سن کر بہت مسرور ہوئے؛ بلکہ ایسا لگ رہا تھا جیسے آبدیدہ ہو گئے ہیں۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ علامہ اوکاڑوی کی یادیں ہمارے شاملِ حال رہیں۔ جناب عبد اللطیف قادری صاحب نے بتایا کہ ہم نے باقاعدہ محکمۂ اوقاف سے اجازت لے کر سرکاری مساجد میں اوکاڑوی کے خطاب کروائے، جن میں مسجد درویش، مسجدِ کبیر سرِ فہرست تھیں اور اس وقت علامہ اوکاڑوی کے خطابات سننے کے لیے لوگوں کا اتنا زیادہ رش ہوا جو بعد میں دیکھنے کو نہیں ملا۔ جناب عبد اللطیف قادری صاحب نے بتایا کہ علامہ اوکاڑوی جتنا عرصہ یہاں رہے مسلسل یہ کہتے رہے کہ یہاں کوئی ایک ایسا مرکز ہونا چاہیے جو فروغِ سنّیت کے لیے کام کرے اور سنیوں کا ترجمان بھی ہو۔ قادری صاحب نے بتایا کہ علامہ اوکاڑوی کے چلے جانے کے بعد چند درد مند سنّیوں نے اس معاملے پر سوچا ایک پختہ ارادہ کیا کہ ایک مرکز بنا کر رہیں گے۔ چنانچہ 1982ء میں مرکزِ اہلِ سنّت ابوظہبی کا قیام عمل میں آیا اور اس مرکز نے سنّیت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں اور اب تک فروغِ سنّیت اور فکرِ رضا کے فروغ میں کام کر رہا ہے۔ 1982ء سے اب تک پاک و ہند کے تمام اکابر و اصاغر علما بار بار تشریف لا چکے ہیں اور اب یہ مرکز ابوظہبی میں حقیقی معنوں میں سنّیت کی پہچان بن گیا ہے اور اس ادارے میں ہونے والی کانفرنسز اور سیمینارز اپنی مثال آپ ہیں۔ دوپہر کے وقت ہم لوگ واپس مفتی صاحب کے ادارے فیضانِ اہلِ سنّت میں آ گئے۔ مفتی صاحب نے کافی لوگوں کو اس گناہ گار کے بارے میں بتایا ہوا تھا۔ ظہر سے عصر تک کافی لوگ ملنے آئے، جن میں خان محمد صاحب جہلم والے، جناب وکیل صاحب آزاد کشمیر والے، جناب مطلوب حسین صاحب اور دیگر احباب آئے۔ پاکستان، متحدہ عرب امارات اور عالمِ اسلام کے حوالے سے کافی گفتگو ہوئی، جس میں زیادہ تر علمائے اہلِ سنّت کی مساعی اور سنّیت کے حوالے سے باتیں ہوئیں۔

نمازِ عصر کے بعد جامع الشیخ زید الکبیر جانے کا پروگرام تھا۔ وہاں سے مغرب کے بعد پھر جلسے کے لیے روانہ ہونا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد مفتی صاھب کے دوست جن کو وہ حاجی

صاحب کہہ کر بلاتے ہیں اپنی گاڑی لے کر آ گئے۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔ جب جامع الشیخ زید الکبیر پہنچے تو نمازِ مغرب ادا ہو رہی تھی۔ اس مسجد کو نہ صرف متحدہ عرب امارات بلکہ دنیا کی حسین ترین مساجد میں شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ مسجد سے ملحقہ ایک پارک، جو ابھی زیرِ تعمیر ہے، بہت وسیع ہے۔ اس مسجد کو دیکھنے کی خواہش ہر اس فرد کو ہوتی ہے جو ابو ظہبی آتا ہے۔ ہم نے نمازِ مغرب وہاں ادا کی مسجد کی دیواروں پر خوبصورت نقش و نگار اور وہاں منقش اسماے حسنیٰ، خطیب صاحب کا منبر، دبیز قالین، ٹھنڈے جدید اور نفیس ماربل کے فرش حکمرانوں کے ذوقِ سلیم کا احساس دلا رہے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ وہاں دیگر مذاہب کے لوگ بھی اپنے ذوقِ جمالیات کی تسکین کے لیے مسجد کی سیر کے لئے آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مسجد عبادت سے زیادہ سیاحت کا کام دے رہی ہے۔ مسجد کے طرف امارات کے سابق امیر شیخ زید بن سلطان النہیان کا مقبرہ ہے جو ماربل کا بنا ہوا ہے اور اس پر کتبہ بھی لگا ہوا ہے۔ مقبرے کے تین اطراف ماربل کی جالیاں لگی ہوئی ہیں اور ایک طرف کمرہ بنا ہوا ہے، جہاں ہر وقت کوئی نہ کوئی قاری صاحب بیٹھ کر تلاوت قرآن کرتے رہتے ہیں۔ تلاوتِ قرآن کا یہ سلسلہ چوبیس گھنٹے جاری و ساری رہتا ہے۔ کسی عام آدمی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ سیاح جالیوں ہی سے امارات کے اس عظیم سلطان کے مقبرے کے درشن کر لیتے ہیں۔ امارات کے حکمران مسلکاً وہابی ہیں اس لیے شیخ زید کے مقبرے پر مسلسل قرآن خوانی کی "بدعت" (یعنی وہابیوں کے نزدیک) سے ہمیں تعجب ہوا۔ شیخ زید کے بارے میں وہاں موجود پاکستان کمیونٹی نے بتایا کہ یہ سلطان پاکستانیوں کے لیے بہت اچھے جذبات رکھتا تھا اس بات کی صداقت کا اظہار پاکستان میں موجود تعلیمی سینٹرز اور صحت کے مراکز سے ہوتا ہے کہ وہ سلطان واقعی پاکستانیوں کا ہمدرد تھا۔ اس کے علاوہ شیخ صاحب کے متعلق یہ بھی پتہ چلا کہ موصوف نے 12 ربیع الاول کی سرکاری چھٹی منظور کی تھی اور اس روز وہاں چراغاں بھی ہوتا ہے اور محافل کا انعقاد بھی ہوتا ہے۔ شیخ صاحب کو اس "بدعت" سے روکنے کے لیے سعودی حکومت نے دباؤ بھی ڈالا، لیکن شیخ صاحب نے ان کی اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ یہ شاید میلاد النبی ﷺ پر اظہارِ عقیدت کی وجہ ہے کہ سلطان کی قبر پر مسلسل قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے اور لوگ اس کو اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہم لوگ المصفح میں منجرہ الشرق العرب جو کہ ایک فیکٹری ہے وہاں آئے۔ اس کے اندر مسجد میں ہمارا پروگرام تھا۔ یہاں مفتی حافظ محمد عارف گولڑوی صاحب کی اقتدا میں نمازِ عشا ادا کی۔

نماز کی ادائیگی کے بعد تلاوت اور پھر نعت خوانی ہوئی جس میں پنجابی کلام بھی پڑھا گیا۔ چند منٹ مفتی صاحب نے بھی خطاب کیا اور بڑے خوبصورت انداز میں اس احقر کو دعوتِ خطاب دی۔ یہاں پر اولیا، ان کی سنگت کے فوائد اور منکرین کے رد پر گفتگو کی۔ سامعین انتہائی باذوق تھے، خوب محفل جمی، تقریر کے بعد سلام اور نہایت رقت آمیز دعا ہوئی جو وہاں پر موجود موہڑہ شریف کے ایک خلیفہ صاحب نے کروائی۔ دعا کے بعد پر تکلف ضیافت کا اہتمام تھا۔ یہاں پر دبئی والوں سے زیادہ محبت تھی۔ لوگوں نے مزید وقت لینا چاہا، لیکن ہم نے معذرت کر لی، کیونکہ ہمیں دبئی کے لیے روانہ ہونا تھا۔ پروگرام کے بعد مفتی صاحب کے ادارے آتے ہوئے حسبِ سابق اکابرینِ اہلِ سنت اور ان کی خدمات کا ذکر ہوتا رہا۔ کراچی کے حوالے سے جب گفتگو ہوئی تو راقم نے مفتی صاحب کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل اور فروغِ فکرِ رضا پر اس کی خدمات سے آگاہ کیا۔ بالخصوص استاذ المحققین حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ہی اس ناچیز کے میدانِ تحقیق میں "سپروائزر" ہیں اور امورِ ریسرچ میں ان کی رہنمائی شامل حال رہتی ہے۔ مفتی صاحب بڑی توجہ سے

سب کچھ سنتے رہے اور خوش بھی ہوتے رہے۔

بروز منگل دن کے وقت دبئی کے لیے روانہ ہوئے۔ عصر کے وقت دبئی پہنچے، جہاں محترم عاطف صاحب جو سنی اہلِ علم حضرات سے بڑی محبت کرتے ہیں گاڑی لے کر آگئے ان کے ساتھ شارجہ روانہ ہوئے، جہاں سعید احمد خان صاحب سے ملاقات تھی جو پہلے ہی سے طے تھی۔ سعید خان صاحب ایک نہایت متقی اور باشرع انسان ہیں، جو پاکستان کے شہر گوجرانوالہ میں مقیم مشہور سنی رضوی بزرگ جناب حضرت علامہ ابوداؤد صادق صاحب کے مرید ہیں۔ ان سے ایک نجی میٹنگ تھی لیکن ان کے گھر میں سنی اکابر کی کتب سے بھرپور ایک لائبریری دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ بدھ کے دن بھی کافی احباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ دن کے وقت دیرہ دبئی میں الراس مارکیٹ آئے جو مختلف اجناس بالخصوص چاول کی بہت بڑی انٹرنیشنل مارکیٹ ہے۔ یہاں پر جامع مسجد الفطیم دیکھی، جہاں علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نے 1981ء میں جماعتِ اہلِ سنّت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت اس مسجد کے امام و نگران جناب قاری غلام رسول صاحب تھے جو ان دنوں مغلپورہ لاہور میں ایک دینی ادارہ چلارہے ہیں اور علامہ اوکاڑوی کے دورۂ امارات میں دبئی میں علامہ اوکاڑوی کے میزبانوں میں شامل تھے۔

حاجی صاحب نے بتایا کہ دبئی میں محکمۂ اوقاف کے مدیر جناب عیسیٰ مانع بارہا یہ کہتے کہ میرا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا مسلک ہے، لیکن ساتھ ہی حاجی صاحب نے یہ گلہ بھی کیا کہ ہمارے علمائے کرام جناب عیسیٰ مانع صاحب سے امارات میں فروغِ فکرِ رضا کے حوالے سے کوئی خاص کام نہ لے سکے۔ حاجی منظور صاحب ہی نے یہ بتایا کہ 1981ء میں علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نے الراس مارکیٹ میں جامع مسجد الفطیم میں جماعتِ اہلِ سنّت کی بنیاد رکھی اور اس وقت دبئی میں علامہ اوکاڑوی کے اس قدر بڑے بڑے اجتماعات ہوئے اور ان میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ دیگر مسالک کے لوگوں نے یہ کہا کہ "اس شخص" نے ہماری مسجدیں خالی کردی ہیں۔ حاجی صاحب نے مزید بتایا کہ علامہ اوکاڑوی یہاں سنیوں کو متحد کرگئے اور یہی وجہ ہے کہ آج یہاں بے شمار مقامات سے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی صدائے دلنواز سماعتوں کے گوش گزار ہوتی ہے۔

حاجی منظور صاحب کا دولت کدہ دبئی میں ایک طرح سے مرکزِ اہلسنت ہے، جہاں سے سنّی لٹریچر اور اہلِ علم و دانش کی تقاریر کی ترسیل کے ساتھ ساتھ محافل کا انعقاد بھی ہوتا رہتا ہے۔ اللہ ان کو شاد و آباد رکھے۔ رات گئے جب وہاں سے رخصت لی تو کچھ احباب نے یہاں پر بھی پروگرام کے لیے وقت لینا چاہا، لیکن وقت کی کمی نے معذرت پر مجبور کیا۔ اگلے دن جمعہ کے روز آرام کیا اور گھر والوں کے لیے کچھ خریداری کی۔ دوستوں سے الوداعی ملاقاتیں کیں اور ہفتہ کی صبح آٹھ بجے ایمرٹس ایئر لائن کی پرواز سے اس پاک سرزمین کی طرف روانہ ہوئے جس کے سینے میں ہمارے وہ اسلاف آسودۂ خاک ہیں جن کی لازوال قربانیوں اور بے نظیر جراتوں کی بدولت ہی یہ ارضِ مقدس ہمیں نصیب ہوئی اور جب ہمارا طیارہ ان پاک فضاؤں میں داخل ہوا کہ جس کا نام دشمن بھی لیتے ہیں تو ان کے منہ سے بھی پہلے "پاک" ہی نکلتا ہے تو دل وطن کی محبت سے فرطِ عقیدت سے جھوم اٹھا اور یہ خیال آیا کہ جہاں کہیں بھی بندہ چلا جائے، جتنی بھی نعمتیں اور راحتیں اس کے سنگ رہیں؛ لیکن اپنے وطن کی مٹی کی مہک میں وہ کشش ہوتی ہے جو اس کو اپنی آغوشِ محبت میں سمونے کے لیے بے تاب ہوتی ہے۔ شاید اسی لیے دھرتی کو "ماں" بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ سوہنی دھرتی کو آباد رکھے۔ (آمین)

★★★★

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغِ اعظم شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی اور اُن کا گھرانا

(اسلاف و اخلاف)

پروفیسر مولانا محمد آصف خان علیمی قادری

تاریخ کے اوراق ایسے بے شمار افراد کے حالات و واقعات سے اَٹے پڑے ہیں جن کی علمی خدمات کے آگے زمانہ ہمیشہ سر جھکائے کھڑا رہا ہے۔ مگر ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ پورے کا پورا خاندان علم کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو۔

حضرت مبلغِ اعظم کا تعلق بھی ایسے ہی ایک گھرانے سے ہے۔ ان کا گھرانا کوئی معمولی گھرانا نہیں ہے۔ یہ عالموں، فاضلوں، صوفیوں، استادوں، شاعروں، ادیبوں اور مبلغوں کا گھرانا ہے۔ جس کے گنج ہائے گراں مایہ کی چمک دمک آج بھی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ اس مضمون میں محلّہ مشائخاں کے صدیقی خاندان کا احوال پیش کیا جارہا ہے۔ اگرچہ بعض افراد کے بارے میں بہت کم اور بعض کے متعلق ہمیں کچھ بھی معلومات مہیا نہ ہوسکیں۔ لیکن جو بھی دستیاب ہوا، وہ پیش کیا جارہا ہے۔

کچھ میرٹھ کے بارے میں

میرٹھ ایک تاریخی مقام ہے جو پرانے زمانے میں دارالحکومت رہا ہے۔ ایک راج پوت راجامائی دنت یہاں کا حکمراں گزرا ہے۔ جب امیر تیمور کا لشکر یہاں سے گزرا تو راجا نے اس کا راستہ روکا۔ تیمور نے راجا کو شکست سے دوچار کیا۔ جہاں راجا کا قلعہ تھا، وہ علاقہ ''محلّہ اندرکوٹ'' کہلاتا ہے۔ محلّہ مشائخاں حلقۂ اندرکوٹ کا ایک جز ہے۔ اسی مناسبت سے اسے اندرکوٹ اور بالائے قلعہ بھی کہا جاتا ہے۔ ''مشائخاں'' کے نام کی وجہِ تسمیہ غالبًا یہ ہے کہ یہاں مولانا عبدالعلیم کی دادی کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین علی اصغر چشتی اصفہانی علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔ ان کی زندگی میں یہاں علم وفضل کی محفلیں جمتی ہوں گی اور علما و مشائخ کی آمد و رفت کے باعث اس کا نام ''محلّہ مشائخاں'' پڑ گیا۔ یہ محلّہ ایک مدت سے شرفا کا مسکن رہا ہے۔

آبا و اجداد اور اُن کی ہندوستان آمد

مولانا عبدالعلیم صدیقی کا خاندان نسباً خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتا ہے۔ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرتِ مدینہ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس ہجرت کے دوران حضرت ابوبکر ص کو غارِ ثور میں سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کا شرف حاصل ہوا تھا، جہاں ایک سانپ نے اُن کے پاؤں کے انگوٹھے پر کاٹ لیا تھا اور سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن لگانے سے زہر کا اثر زائل ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جان تو بچ گئی تھی مگر پاؤں کے انگوٹھے پر سانپ کے کاٹے کا نشان تاعمر باقی رہا، اور یہی نشان اس واقعے کے بعد پیدا ہونے والے حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر منتقل ہوا اور پھر اُن کی آل اولاد میں منتقل ہوتے ہوتے اُن کی پہچان بن گیا۔ اسی نسبت سے حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد ''بعد الغاری صدیقی'' یعنی ''واقعۂ غار کے بعد والے صدیقی'' کہلاتی ہے اور سانپ کے کاٹے کا نشان صرف انھی صدیقیوں کے پاؤں کے انگوٹھے پر ہوتا ہے۔

اس خاندان کے کس بزرگ نے ترکِ وطن کیا، اور وہ اوّلاً کہاں جا کر آباد ہوئے اور کس طرح اور کن حالات میں خجند پہنچے،

ان واقعات و معلومات کے بارے میں راوی خاموش ہے۔ خجند ریاست فرغانہ کا دارالحکومت رہا ہے، جہاں ایک عرصے تک عمر شیخ مرزا اور اُس کے انتقال کے بعد اُس کے بیٹے ظہیر الدین بابر نے دس برس تک حکومت کی۔ یہ شہر لبِ دریا واقع ہے اور اس وقت ازبکستان کا حصہ ہے۔

۱۵۲۵ء میں انھی صدیقیوں میں سے ایک بزرگ مولانا قاضی حمید الدین خجندی علیہ الرحمہ بابر بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ بابر ایک جنگ میں اپنی سلطنت کے چھن جانے کے بعد نئی سلطنت کی تلاش میں اِدھر آنکلا تھا۔ بابر نے اپنی کتاب ''بابر نامہ'' میں ایک مقام پر مولانا قاضی عبیداللہ کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کیا ہے۔ یہ بزرگ بابر کے باپ کے مرشد کے تربیت یافتہ تھے۔ مولانا قاضی حمید الدین کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ قاضی صاحب ایک فوجی منصبِ یک ہزاری پر فائز ہوئے۔ فتحِ ہندوستان کے بعد قصبہ سیکری ... ظفرنگر کی امارت آپ کو بہ طور انعام عطا ہوئی تھی اور آپ نے یہیں سکونت اختیار کی۔

اگر چہ یہ خاندان سپہ گری کے پیشے سے وابستہ تھا مگر علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں بھی ان کا پایہ بلند تھا۔ قاضی صاحب کے صاحب زادے مولانا احمد بھی دربار سے وابستہ تھے۔ سلطان شیر شاہ سوری کے عہد میں مظفر نگر کے عامل سے اُن کے اختلاف نے طول پکڑا جس کے باعث وہ اپنا عہدہ اور مسکن دونوں چھوڑ کر ضلع میرٹھ کے قصبہ لاوڑ میں آبسے۔

اس گھرانے کی قابلیت اور وفاداری کے باعث شیر شاہ سوری اور جلال الدین اکبر نے ان کی معاشی امداد کے سلسلے میں شاہی فرامین بھی جاری کیے، جن میں سے دو ہندوستان میں آباد اہلِ خاندان کی خاندانی دستاویزات ہندوستان میں آج بھی محفوظ ہیں۔ ایک فرمان میں مولانا احمد کے خاندان کو ۵۶۰ بیگہ زمین قصبہ لاوڑ میں عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔

دوسرے فرمان (مورخہ جمادی الثانی ۹۶۶ھ) کے مطابق ۴۰۰ بیگہ زمین موضع شمس پور میں جو لاوڑ کا ایک پٹہ تھا، عطا ہوئی تھی۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ زمینیں ہندوستان کی آزادی سے قبل تک اہلِ خاندان کے پاس تھیں۔ گمان ہے کہ آزادی کے بعد ہندوستان میں نوابی، سرداری و جاگیرداری نظام کے خاتمے کی وجہ سے بہ حقِ سرکار ضبط کر لی گئی ہوں گی۔

قصبہ لاوڑ میں خاندان کے ایک بزرگ خواجہ نور اللہ کا مزار ہے۔ یہ بھی پہلے پہل فوج میں منصبِ پنج صدی پر فائز تھے۔ بعد کو عبادت و ریاضت کی طرف مائل ہوئے۔

مولانا عبدالعلیم صاحب کے دادا شیخ پیر بخش ۱۴؍ جولائی ۱۸۳۸ء کو مستقل طور پر میرٹھ میں آن بسے۔ پیر بخش صاحب کی پہلی تین اولادیں لاوڑ میں جب کہ آخری اولاد مولانا اسماعیل میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا اسماعیل میرٹھی سب سے چھوٹے ہونے کے باعث سب کے لاڈلے تھے۔ وہ بڑے بھائی شیخ غلام نبی سے بائیس برس، ہمشیرہ سے سولہ برس اور مولانا عبدالحکیم سے چودہ برس چھوٹے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ والد صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں یہاں تک کہ بیٹی کو بھی کو الگ الگ مکانات اپنی حیات ہی میں لے دیے تھے مگر مولانا اسماعیل کو آخر تک اپنے ساتھ رکھا۔ یہاں تک کہ اپنا مکان ان کے نام کر دیا۔

پیر بخش صاحب کی زوجہ حضرت مخدوم شیخ فخر الدین چشتی اصفہانی علیہ الرحمہ کی اولاد سے تھیں۔ شیخ فخر الدین بادشاہ اکبر کے دور میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ کے صاحب زادے شیخ شہاب الدین علی اصغر چشتی اصفہانی کو بادشاہ جہانگیر کے شاہی فرمان کے ذریعے جاگیر عطا ہوئی تھی۔ آپ کے مزار سے متصل جنوبی جانب ایک مسجد ہے جو آپ کی نسبت سے ''مخدوم صاحب کی مسجد'' کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ پیر بخش صاحب کا انتقال ۷؍ دسمبر ۱۸۷۶ء کو ہوا۔ بہ ظاہر

کسی مرض میں مبتلا نہ تھے، البتہ آخر میں غذا کم ہوگئی تھی۔ انتقال سے دو روز قبل اپنی زوجہ کے ایما پر بڑے صاحب زادے شیخ غلام نبی کے گھر تشریف لے گئے تھے اور وہیں اٹھتر برس کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کو شیخ فخر الدین کے مزار کی چہار دیواری میں دفن کیا گیا۔

آپ کی زوجہ نے سو برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ نہایت ذہین اور سلیقہ شعار خاتون تھیں اور شاہ غوث علی قلندر علیہ الرحمہ سے بیعت تھیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد جاگیر کی کل آمدنی اُنھیں کے ہاتھ میں آتی تھی جسے وہ اپنی مرضی سے اپنی اولاد میں تقسیم فرما دیتیں۔ انتقال سے پانچ برس قبل چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی تھیں۔ بڑے صاحب زادے شیخ غلام نبی کے ساتھ رہتی تھیں۔

شیخ غلام نبی

ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔ دستیاب شدہ معلومات اپنے اپنے مقامات پر آگئی ہیں۔

صاحب زادی

ان کے بارے میں بھی کچھ معلومات دستیاب نہ ہوسکیں۔

مولانا عبدالحکیم جوش صدیقی علیہ الرحمہ

آپ ۱۸۳۰ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ عالمِ دین کے علاوہ شاعر کی حیثیت سے بھی معروف تھے۔ میرٹھ کی شاہی مسجد میں خطابت کی، نبی کریم ﷺ کی ثناخوانی کی اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ اور سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتی علیہ الرحمہ سے منسلک تھے اور خلافت واجازت بھی رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند اکبر مولانا احمد مختار صدیقی کو بھی انھی سلاسل کی خلافتیں عطا کی تھیں۔ آپ کا انتقال ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

مولانا اسماعیل میرٹھی علیہ الرحمہ

مولانا اسماعیل میرٹھی ۱۲؍ نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ جس مکان میں پیدا ہوئے، وہ آپ کے والد نے آپ کو اپنی زندگی ہی میں عطا کر دیا تھا۔ مولانا اسماعیل کا ڈپٹی نجم الدین سے بڑا یارانہ تھا۔ دونوں ہم ذوق وہم خیال تھے، اور ایک ہی شیخ سے بیعت بھی تھے۔ دونوں کا زیادہ تر وقت ایک دوسرے کی صحبت میں گزرتا۔ دونوں پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ ''رسالۂ قلندری'' جو ۱۸۸۰ء میں تحریر کیا گیا، اس کے سرورق پر ڈپٹی صاحب کا نام درج ہے مگر کلام، ترتیب اور طرزِ انشا سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ مولانا اسماعیل کی تصنیف ہے۔ بعد میں اس کے کئی ایڈیشن ''رسالۂ خود شناسی'' کے نام سے شائع ہوئے۔

آپ نے اپنے پیر بھائی مولانا سیّد گل حسن شاہ علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر اپنے مرشد سیّد غوث علی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمہ کی سوانح حیات بھی مرتب کی۔ واقعات وارشادات کی ترتیب مولانا گل حسن نے بتائی جنھیں نثر کا جامہ مولانا اسماعیل نے پہنایا۔ اس سوانح کا قلمی نسخہ مولانا کے قلم کا لکھا ہوا اُن کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ نسخہ معروف محقق اور سندھ یونی ورسٹی (جام شورو) کے علمی وتحقیقی رسالے ''تحقیق نامہ'' کے مدیر ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم نے بھی اپنے سفرِ میرٹھ کے دوران دیکھا تھا۔ مولانا نے بچوں کے ادب پر انتہائی وقیع کام کیا ہے۔ آپ ہندوستان و پاکستان میں بچوں کے اردو کے نصاب میں شامل ہیں۔ آپ خواتین کی تعلیم کے پُرزور حامی تھے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے میرٹھ اسماعیل گرلز ہائی اسکول قائم کیا، جو اب کالج بن چکا ہے۔ آپ کا انتقال یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو میرٹھ میں ہوا۔

مولانا احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ

آپ نے ۷؍ محرم ۱۲۹۴ھ کو مولانا عبدالحکیم جوش کے گھر میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی کتابیں والد صاحب سے پڑھیں۔ ۱۳۱۰ھ میں سولہ برس کی عمر میں مدرسۂ اسلامیہ، میرٹھ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۲۱ھ میں مکۂ معظمہ میں مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی سے

حدیث کا درس لیا۔۱۳۲۲ھ میں ایک برس مدینے میں مقیم رہ کر دیگر علما و مشائخ سے استفادہ کیا۔مولانا عبدالحکیم جوشؔ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔آپ کو تبلیغِ دین کے ساتھ ساتھ سیاست سے بھی دلچسپی تھی۔آپ اپنے والد صاحب سے سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت و خلافت رکھتے تھے جب کہ آپ کو مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ''مبلغِ افریقا'' کا لقب اور سلسلۂ قادریہ کی خلافت عطا کی۔آپ نعت گو شاعر بھی تھے۔مدت العمر تبلیغِ دین میں مصروف رہے۔ڈربن (جنوبی افریقا) میں خواتین کے لیے تحریک چلائی۔۱۹۰۸ء میں افریقا ہی سے ''الاسلام'' نامی گجراتی اخبار جاری کیا۔۱۹۲۰ء میں ''تحریکِ خلافت'' میں حصہ لیا، اور اپنے بھائیوں مولانا نذیر احمد خجندی اور مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب کے ساتھ مل کر اس تحریک کے قائم کردہ ''مرکزی خلافت فنڈ'' کے لیے تین لاکھ روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔تحریکِ آزادی کی خاطر جیل بھی گئے۔۱۹۲۴ء میں سعودی عرب میں شاہ سعود نے برسرِ اقتدار آ کر جنت البقیع اور اُس کے اطراف میں موجود صحابۂ کرام و اولیائے عظام کے مزارات کو منہدم کیا تو بمبئی کے مسلمانوں نے سعودیوں کو باز رکھنے کی خاطر آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔سیّد حبیب صاحب مدیر ''سیاست'' (لاہور) اور مولانا فضل اللہ مالک علمیہ بک ڈپو (بمبئی) اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔آپ نے تریسٹھ برس کی عمر میں ۱۰ر جولائی ۱۹۳۸ء (۱۳۵۷ھ) کو دمن (پرتگیز) میں انتقال کیا۔

مولانا نذیر احمد خجندی علیہ الرحمہ

آپ کا زیادہ قیام بمبئی میں رہا۔آپ کو صحافت سے شغف تھا۔میرٹھ سے اخبار ''تاجر'' جاری کیا نیز بمبئی آئے تو وہاں سے ''غالب'' جاری کیا۔مولانا ابوالکلام آزاد کے والد حضرت مولانا شاہ خیر الدین دہلوی علیہ الرحمہ کی تعمیر کردہ جامع مسجد بمبئی کے امام و خطیب رہے جب کہ آزاد پارک میں عیدین کی امامت آپ ہی فرماتے۔بمبئی کے تمام مسلم اداروں کے ساتھ مل کر کاوس جی جہانگیر ہال عید میلاد النبی ﷺ کی محفل نہایت شان دار طریقے سے منعقد کرواتے۔اس جلسے میں تمام مذاہب کے پیشواؤں کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔مسز سروجنی نائیڈو اور سردار تیجا سنگھ، مولانا شوکت علی، قائداعظم محمد علی جناح اور نواب بہادر یار جنگ نے ان جلسوں سے کئی بار خطاب کیا۔شہر کی ادبی محفلوں اور مشاعروں میں نہ صرف شریک ہوتے بلکہ اکثر و بیش تر مشاعرے آپ ہی منعقد کرواتے۔آپ صوفیائے کرام کے عرسوں پر بھی مشاعرے منعقد کرواتے۔بمبئی میں شیخ مصری کی درگاہ میں انھوں نے کئی مشاعرے منعقد کیے۔آپ اچھے شعر پر داد بھی جی کھول کر دیتے۔کبھی کہتے ''واہ، کیا شعر کہا ہے!''، کبھی فرماتے، ''خوب سوچ کے کہا ہے'' اور کبھی فرماتے، ''دونوں مصرعے برابر کے ہیں!'' مگر جہاں کسی شعر میں کوئی خرابی معلوم ہوتی تو شاعر کو ٹوک بھی دیا کرتے تھے۔مثلاً ایک جگہ مشاعرہ تھا اور آپ اُس کے صدر تھے۔شاعر اختر وارثی نے ایک شعر پڑھا:

زاہد کو بڑا ناز ہے مسجد پہ الٰہی
رِندوں کی دعا ہے اسے مے خانہ بنا دے

اس پر حاضرین نے خوب داد کے ڈونگرے برسائے مگر مولانا خاموش رہے۔فرمایا تو صرف اتنا کہ ''اختر صاحب! وارثی ہو کر ایسی باتیں!'' مولانا نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ''بزمِ خیال'' کے نام سے ایک ادبی حلقہ بھی قائم کیا تھا۔''بزمِ خیال'' کے صدر اردو معروف محقق مصنف ضیاء الدین احمد برنیؔ اور نائب صدر مولانا خجندی تھے۔اس بزم نے دو تین دفعہ آل انڈیا مشاعرے منعقد کروائے۔اسی بزم کی بدولت جوشؔ ملیح آبادی، آزاد انصاری، سیماب اکبرآبادی، بسمل الہ آبادی، ساغر میرٹھی، مولانا احسن مارہروی جیسے شعرا متعارف ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح جب بمبئی میں ہوتے تو آپ کے پیچھے نماز پڑھتے۔اس کے علاوہ وہ آپ سے مشورے بھی کیا کرتے۔قائداعظم کی عقیدت کا اندازہ اس بات

سے بھی ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنی دوسری اہلیہ رتی جناح کو آپ کے ذریعے اسلام میں داخل کروایا۔ مولانا نذیر احمد نے قیامِ پاکستان کے وقت حج پر جانے کی خواہش ظاہر کی تھی اور اپنے اہلِ خانہ کو اپنے ایک شاگرد مولانا سیّد جمیل احمد رضوی کرمانی کے ہمراہ پاکستان بھیج دیا۔ اُس کے بعد مولانا نذیر احمد حج کے لیے روانہ ہوگئے جہاں ماہِ شعبان ۱۳۵۵ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا اور مدینہ منورہ میں ام المؤمنین حضرت سیّدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں سپردِ خاک ہوئے۔

مولانا بشیر احمد صدیقی علیہ الرحمہ

آپ بھی تبلیغِ دین کے میدان سے وابستہ تھے۔ آپ کا انتقال افریقا میں ہوا۔

مولانا صدیق احمد میرٹھی علیہ الرحمہ

آپ بھی شاعر تھے، پانی پت میں انتقال کیا۔

جناب خلیل احمد صدیقی علیہ الرحمہ

آپ بھی شاعر تھے۔

جناب حمید احمد صدیقی علیہ الرحمہ

آپ بھی شاعر تھے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی القادری علیہ الرحمہ

آپ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ (۳؍اپریل ۱۸۹۲ء) کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی عمر بارہ برس ہوئی تو آپ کے والد صاحب نے جہانِ فانی سے کوچ کیا۔ آپ اپنے چودہ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اڑتیسویں پشت میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ علما کے گھرانوں کے رواج کے مطابق دینی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی سے حاصل کی جب کہ اناوہ کالج سے انٹرمیڈیٹ اور میرٹھ کالج سے بی اے کیا۔ مولانا احمد مختار ہی کے ہاتھ پر سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ مولانا احمد مختار کو یہ خلافتیں اپنے والد مولانا عبدالحکیم جوشؔ سے ملی تھیں، لہٰذا اُنھوں نے آپ کو بھی ان سلاسل میں بیعت کیا اور خلافت عطا کی۔ بعد ازاں مولانا احمد رضا خاں نے آپ دونوں بھائیوں کو سلسلۂ قادریہ میں ایک ساتھ بیعت کیا اور خلافتیں عطا کیں۔ دنیا کے بیش تر ممالک کے تبلیغی دورے کیے، لاتعداد افراد کو مسلمان کیا، بے شمار مسلمانوں کی اصلاح کی۔ آپ کے معاصرین و احباب میں قائدِاعظم محمد علی جناح، مراکش کے مجاہدِ آزادی غازی عبدالکریم ریفی، مفتیِ اعظم فلسطین شیخ سیّد امین الحسینی، اخوان المسلمین کے بانی شیخ حسن البناء، سری لنکا کے جسٹس ایم مروانی اور جسٹس ایم ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس این دت اور اسکاٹ لینڈ معروف مفکر و ڈراما نگار جارج برنارڈ شا شامل ہیں۔

آپ کی تعمیر کردہ مساجد میں حنفی جامع مسجد کولمبو (سری لنکا)، سلطان مسجد (سنگاپور) اور مسجد ناگریا (جاپان) مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربی یونی ورسٹی (انڈونیشیا) بھی آپ کی یادگار ہے۔

رسائل و جرائد میں ''پاکستان نیوز''، ''مسلم ڈائجسٹ (ڈربن، جنوبی افریقا)، ''جینوئن اسلام'' (سنگاپور)، ''رئیل اسلام'' (سری لنکا) ٹرینی ڈاڈ مسلم این وَل (ٹرینی ڈاڈ، جنوبی امریکا)، جاری کیے۔

مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان مشترکہ معاملات میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور کشیدگی کم کرنے کے لیے ۱۹۴۶ء میں مصر میں ''تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ'' قائم کی۔ اس تنظیم کے پہلے صدر علوبہ پاشا بنائے گئے۔

۱۹۴۶ء سعودی حکومت نے عازمینِ حج پر بھاری ''حج ٹیکس'' نافذ کیا۔ مولانا رابطۂ اسلامیہ (ہند) کے رئیسِ وفد کی حیثیت سے سعودی عرب کے دورے پر تشریف لے گئے اور وہاں مختلف اسلامی

ملکوں سے آئے ہوئے وفود سے بات چیت اور حمایت حاصل کر کے سعودی حکومت سے اس ''حج ٹیکس'' کے خاتمے کے لیے سعودی حکومت سے کامیاب مذاکرات کیے۔ اس خدمت کے سلسلے میں شیخ حسن البناء نے — جو ان دنوں سعودی عرب میں تھے اور مولانا سے ملاقات کر چکے تھے — مصری اخبار ''البیان'' میں مولانا کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

آپ قیامِ پاکستان سے کچھ عرصے قبل کراچی تشریف لے آئے تھے۔ چونکہ پاکستان ۲۷ رمضان کو آزاد ہوا تھا اور چند روز بعد پاکستان میں پہلی عید (عید الفطر) کے موقع پر آپ موجود تھے۔ اس عید کی نماز آپ نے جامع مسجد عیدگاہ (موجودہ جامع کلاتھ مارکیٹ) میں پڑھائی۔ قائداعظم نے بھی یہ نماز آپ کی اقتدا میں ادا کی۔ لیکن چند ماہ بعد بقرعید (عید الاضحیٰ) کے موقع پر آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے، لہٰذا امامت مولانا ظہور الحسن درس نے کی اور یہ نماز قائداعظم نے اُن کی اقتدا میں ادا کی۔ ظاہر ہے کہ جامع مسجد عیدگاہ مولانا ظہور الحسن درس علیہ الرحمہ نے ہی تعمیر کی تھی اور آپ ہی اس کے خطیب تھے۔

۱۹۴۹ء میں دنیا کے تمام مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ''تنظیم بین المذاہب'' (Inter-Religious Organisation) قائم کی۔ یہ ادارہ آج بھی قائم ہے۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے شاگرد، داماد اور مرید ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن انصاری کو خط لکھ کر مدینے بلوایا اور اُن کے ہمراہ اپنی زندگی کا آخری تبلیغی دورہ کیا۔ اس کے بعد آپ دوبارہ مدینے تشریف لے آئے۔ جہاں ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ (۲۳ راگست ۱۹۵۴ء) کو دارِ فانی سے کوچ کیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں اور اپنے بھائی مولانا نذیر احمد خجندی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مبلغِ اسلام کی اہلیہ

آپ کی اہلیہ محترمہ امۃ الرؤف بنت قاضی احسان الحق صدیقی کا شجرۂ نسب چونتیسویں پشت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ قاضی احسان الحق صدیقی کا خاندان مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے دور میں حجاز سے ہجرت کر کے ہندوستان آ بسا تھا۔ سربراہِ خاندان کو دربار میں ''قاضی'' کا منصب عطا ہوا جس پر ایک عرصے تک خاندان کے مختلف افراد فائز رہے۔ اسی لیے احسان الحق صدیقی صاحب ''قاضی'' کہلائے۔ مولانا عبدالعلیم صاحب کی اہلیہ کا انتقال سن ۲۰۰۲ء میں ہوا اور وہ کراچی کے معروف صوفی حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے احاطے میں دفن کی گئیں۔ مولانا عبدالعلیم کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

امۃ الصبوح صبیحہ بیگم

آپ مولانا عبدالعلیم صاحب کی سب سے بڑی اولاد تھیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ''ذکرِ حبیب'' انھیں کی فرمائش پر لکھی تھی۔ آپ کی شادی دسمبر ۱۹۳۶ء میں مبلغِ اسلام ڈاکٹر علامہ فضل الرحمٰن انصاری سے ہوئی۔

محترمہ امۃ الصبوح کا انتقال ۲۰۰۰ء میں ہوا اور آپ اپنے شوہر مولانا انصاری کے بائیں جانب دفن ہوئیں۔ آپ کی پانچ اولادیں ہوئیں:

(۱) مصطفیٰ فاضل انصاری (۲) عائشہ انصار
(۳) فوزیہ انصاری (۴) سعدیہ انصاری
(۵) ندا انصاری

محمد جیلانی صدیقی علیہ الرحمہ

آپ عالمِ دین تھے اور برطانیہ میں مقیم تھے، جہاں آپ ورلڈ اسلامک مشن کی لندن شاخ کے صدر رہے۔ وہیں ۱۹۹۹ء میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد میں ایک صاحب زادہ اور آٹھ صاحب زادیاں ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) محمد فرقان صدیقی (۲) طلعت صدیقی (۳) شاہین صدیقی
(۴) حفیظہ صدیقی (۵) ثمینہ صدیقی (۶) نسرین صدیقی
(۷) آمنہ صدیقی (۸) سلمیٰ صدیقی (۹) نوری صدیقی

مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ

آپ کی پیدائش ۱۷ر رمضان ۱۳۴۴ھ (یکم اپریل ۱۹۲۶ء) کو میرٹھ میں ہوئی۔ آپ نے ۸ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور ۱۹۴۶ء میں مدرسۂ اسلامیہ، میرٹھ سے درسِ نظامی کر کے فارغ ہوئے۔ آپ کی شادی ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔ آپ کی زوجہ قطبِ مدینہ شیخ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کی پوتی یعنی مولانا شیخ فضل الرحمٰن مدنی قادری علیہ الرحمہ کی صاحبزادی ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آ بسے۔ ۱۹۶۸ء میں باقاعدہ سیاست میں آئے۔ ترقی کر کے جمعیت علمائے پاکستان کے صدر بنے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین مقرر ہوئے، پھر متحدہ مجلسِ عمل، پاکستان قائم کی۔ دینی اور سیاسی میدان میں آپ نے بے بہا خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے دو صاحب زادے اور دو ہی صاحب زادیاں ہوئیں:

(۱) مولانا انس نورانی (۲) اویس نورانی
(۳) اناس نورانی (۴) ایمان نورانی

آپ کا انتقال ۱۶ر شوال ۱۴۲۴ھ (۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء) کو اسلام آباد میں ہوا۔

حامد ربانی صدیقی

آپ ایرونائیکل انجینئر ہیں۔ اپنی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ سعودی عرب ہی میں مقیم ہوگئے۔ آپ کے دو صاحب زادے محمد جمال صدیقی، محمد یوسف صدیقی جب کہ ایک صاحب زادی نینا صدیقی ہیں۔

عزیزہ اقبال بیگ

آپ نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج، لاہور، سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد سرکاری نوکری کر لی۔ اور جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سینٹر سے ریٹائر ہوئیں۔ آپ کے دو اولادیں ہوئیں:

(۱) محمد سعد سعدی (۲) ڈاکٹر فریحہ اقبال

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی

آپ کی پیدائش ۲۸ر جون ۱۹۳۵ء کو میرٹھ میں ہوئی۔ ایم اے، بی ایڈ کرنے کے بعد شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہوگئیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ خواتین کے لیے اسلامک مشنری یونی ورسٹی ہے، جہاں سے فارغ التحصیل ہونے والی مبلغات دنیا بھر میں اسلام کا نور پھیلا رہی ہیں۔ ۲ر اپریل ۱۹۶۲ء کو پروفیسر محمد احمد صدیقی سے شادی ہوئی۔ آپ کے دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی ہیں:

(۱) ڈاکٹر محمد طلحہ صدیقی (۲) محمد جنید صدیقی (۳) سمیہ صدیقی

نذرِ خواجہ حماد سبحانی

آپ سعودی عرب میں ملازم رہنے کے بعد ریٹائرڈ ہو کر پاکستان آچکے ہیں۔ آپ کی دو صاحب زادیاں ہیں:

(۱) سارہ صدیقی (۲) مونا صدیقی

حضرت مبلغِ اسلام کے گھرانے کے افراد (اسلاف و اخلاف) کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا۔ اخلاف میں — جو ابھی زندہ ہیں — صرف چند ہی ایسے ہیں جو اپنے باپ دادا کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں، اور بقیہ جو اس کارواں میں شامل نہیں ہیں، ان کے لیے دعا ہے کہ خدا انھیں بھی شریکِ سفر کرے — آمین

۞۞۞۞۞

سیّد ریاست علی قادری مرحوم

از: مولانا سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری

حضرت مولانا سیّد محمد ریاست علی قادری رضوی ابن حضرت سید محمد واحد علی رضوی علیہ الرحمۃ بریلی شریف (بھارت) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، پھر پاکستان آکر ایس۔ ایم کالج کراچی میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد چار سال جرمنی رہ کر ٹیلی مواصلات کے شعبے میں تربیت حاصل کی، جرمنی سے واپسی کے بعد بحیثیت مترجم جرمنی سے انگریزی کا کام بھی کرتے رہے، پھر محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کرلی اور آخر دم تک اسسٹنٹ مینجر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

حضرت سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ ابتدا میں جدید رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ۱۹۵۶ء میں جب دوبارہ بریلی شریف حاضر ہوئے، تو وہاں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے نامور فرزند و جانشین مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمۃ کی صحبت میسر آئی اور ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی میسر آیا تو آپ کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور فوراً شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ آپ کی عقیدت و محبت آستانۂ رضویہ سے پہلے ہی سے تھی کیونکہ آپ کے والد ماجد حضرت سید محمد واحد علی علیہ الرحمۃ کو بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اکثر مواقع پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا ذکر خیر ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شروع ہی سے آستانہ رضویہ سے متعارف تھے اور عقیدت و محبت بھی رکھتے تھے۔

۱۹۷۹ء میں جب آپ بریلی شریف حاضر ہوئے تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نواز دیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۸۷ء میں نواسۂ اعلیٰ حضرت بریلوی علامہ مفتی تقدس علی خاں بریلی علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح آپ شہزادۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور نواسۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ دونوں کے خلیفہ و ماذون تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو نہ صرف اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے گھرانے کے ہر فرد سے گہری عقیدت و محبت تھی بلکہ جو بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتا آپ دل و جان سے اس کی عزت افزائی فرماتے تھے۔

آپ بنیادی طور پر انجینئر تھے، برسہا برس جرمنی میں گزارے، لیکن یہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی کرامت تھی کہ آپ کا دینی ذوق وہاں بھی برقرار رہا۔

آپ کو اہلِ علم سے نسبی تعلق بھی حاصل ہے، کیونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے منظورِ نظر مرید حضرت مولانا سید محمد ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ، جنھوں نے سب سے پہلے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی سوانح مرتب کرنے کے لیے برادرانِ طریقت کو متوجہ کیا، سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کے خالو تھے۔ اسی طرح ملک کے نامور محقق و قلم کار سید الطاف علی بریلوی علیہ الرحمۃ (سابقہ سیکریٹری آل پاکستان ایجوکیشن کانفرنس، کراچی) آپ کے ماموں تھے۔ اسی وجہ

سے آپ کو شروع ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا، چنانچہ آپ گاہے بگاہے مختلف عنوانات پر مختلف اخبارات ورسائل بالخصوص روزنامہ جنگ، روزنامہ نوائے وقت، اخبارالمشائخ، رموز، وغیرہ میں علمی، فکری مقالات لکھتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے درجنوں کتابیں بھی لکھی ہیں، جن میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ، معارف رضا، لمعاتِ شمس، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے اردو نثری شہ پارے وغیرہ عوام وخواص میں بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔

اس کے علاوہ آپ ایک بہترین مقرر بھی تھے مختلف مذہبی تقریبات میں خالص علمی تقریر فرماتے تھے۔ آپ کی بعض تقریریں ریڈیو اور ٹی وی پر بھی نشر ہوئیں، جن کو بے حد سراہا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ ممتاز دینی شخصیت تھے، تقریر اور تحریر دونوں پر کامل دسترس رکھتے تھے، تحریر میں حسن اور نکھار تھا، جبکہ تقریر میں پاکیزہ جذبے اور عالمانہ استدلال تھا۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نے ستمبر ۱۹۸۴ء میں راقم الحروف کو حضرت علامہ سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کا غائبانہ تعارف کرایا۔ بندہ ان دنوں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت پر کام کررہا تھا، خط وکتابت شروع ہوئی۔ سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کو نہایت ہی مہربان اور شفیق پایا۔ جب بھی آپ کی خدمت میں خط ارسال کیا تو فوری جواب پایا اگر کسی وجہ سے تاخیر ہوجاتی تو خط کے شروع ہی میں لکھتے:

''جواب میں تاخیر ہوئی معافی چاہتا ہوں'' اور تقریباً ہر خط کے اختتام پر ''دعاؤں میں یاد رکھیں'' لکھتے تھے، اس قحط الرجال کے دور میں تو علماکرام اور مشائخ عظام کی خدمت میں جوابی لفافہ بھی ارسال کریں تو جواب دینا گناہ تصور کرتے ہیں، حالانکہ انھیں معلوم ہے کہ لفافہ ملنے پر جواب نہ دینا ایک غلط بات ہے۔ کراچی سے جب آپ کا تبادلہ اسلام آباد میں ہوا تو بالمشافہ ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ پہلی ملاقات ۶ دسمبر ۱۹۸۸ء کو حضرت سیّد نور محمد قادری کے ہمراہ کی، حضرت نے دل موہ لیا، اپنا بنالیا، میں بھی قریب سے قریب تر ہوتا گیا اور پھر نہ جانے کتنی ملاقاتیں ہوئیں۔ مجھے حضرت قادری علیہ الرحمۃ کی کئی بار صحبت میسر آئی اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بلاشبہ آپ مردِ مومن اور مجاہد تھے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت آپ کا معمول تھا۔ بنیادی طور پر آپ اعلیٰ افسر تھے، مگر کبھی بھی آپ نے اپنے آپ کو افسر ظاہر نہیں کیا؛ بلکہ دیکھنے والا بھی یہ گمان نہیں کرسکتا تھا کہ یہ اعلیٰ افسر ہیں۔ ہمیشہ اخلاق کریمانہ کے حامل رہے، آپ نہایت ہی متواضع اور منکر المزاج تھے، ہر حاضر ہونے والے سے نہایت خندہ پیشانی اور محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ گفتگو متبسم اور متانت آمیز ہوتی۔ تصنع وبناوٹ جیسی کوئی چیز آپ کے یہاں نہیں ہر وقت سادگی کا مجسمہ بنے رہتے تھے، میں اس پیکر اخلاص اور پُرکشش شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔

یہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ جیسی جامع الصفات شخصیت کو حکیم اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور حضرت علامہ سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے جس احسن انداز سے متعارف کرایا ہے پوری دنیائے اسلام ان کی مرہون منت ہے؛ لیکن آخر الذکر نے نہ صرف پاکستان کی سوسائٹی کے اونچے طبقے کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے پیغام سے آشنا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، بلکہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کو بین الاقوامی سطح

پر بھی متعارف کرایا ہے۔

حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ ایک دردمند انسان تھے۔ آپ نے جب دیکھا کہ علمی اور تحقیقی رسائل اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے تذکرے سے یکسر خالی نظر آرہے ہیں۔ اور ان کے متبعین نے ان کے آثارِ علمیہ کی تدوین کی طرف توجہ نہیں کی اور دوسرے حضرات نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو بالکل نظر انداز کر دیا یا ذکر کیا بھی تو اس طرح کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی بھاری بھرکم شخصیت دب کر رہ گئی ہے، تو آپ نے ارادہ کیا کہ آپ کے تابندہ علمی اور تحقیقی کارناموں سے پوری دُنیا کو روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ حضرت سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی آثار کی طرف توجہ کی اور ۱۹۸۰ء میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شروع شروع میں ادارے کا اپنا کوئی دفتر نہ تھا، بلکہ تصنیف و تالیف کا کام آپ کے گھر ہی میں پھیلا ہوا تھا۔ جب ادارے کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہو گیا تو ۱۹۸۶ء میں ادارے کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرالیا گیا اور علیٰحدہ دفتر بھی بنالیا۔ شروع شروع میں سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے اپنے ذاتی خرچ سے کتابیں چھپوا کر مفت تقسیم کیں۔ رفتہ رفتہ ادارہ خوب سے خوب تر ہوتا گیا۔ اپنوں کی بے حسی بھی نقطۂ عروج پر تھی؛ چنانچہ معارف رضا ۱۹۸۴ء کے اداریے میں آپ نے اپنوں کو انتباہ کیا۔

"خدا جانے عقیدت مندانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو کب ہوش آئے گا اور وہ کونسا دن ہو گا جب وہ اس حقیقت کو جان سکیں گے، کہ دراصل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے سچّی محبت اور حقیقی عقیدت ان کی دینی و ملّی خدمات کو علمی سطح پر پھیلانے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے میں مضمر ہے۔"

۱۹۸۱ء میں آپ بریلی شریف گئے اور وہاں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کے سینکڑوں نادر قلمی و مطبوعہ رسائل وکتب اپنے ہمراہ لے کر آئے اور اعلان فرمایا کہ اہلِ قلم متوجہ ہوں جو جس علم سے آشنا ہے اور کام کرنا چاہتا ہے مطلع کرے انشاء اللہ العزیز فوٹو اسٹیٹ کاپیاں مہیّا کر دی جائیں گی۔ اس طرح اہلِ قلم کو آپ نے دعوتِ عام دے کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر کام کی راہ ہموار کر دی۔ حضرت سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے اپنے نیک مقاصد کے حصول کے لیے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کو مندرجہ خطوط پر چلانے کی جدوجہد کی:

۱۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سیرت و کردار اور ان کی دینی و ملّی خدمات پر تحقیقی مقالات اور کتب کی اشاعت۔

۲۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی غیر مطبوعہ تصانیف کو منظرِ عام پر لانا۔

۳۔ ہر سال قومی اور ملکی سطح پر "امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) کانفرنس کا انعقاد، جس میں غیر جانبدار محققین، دانشور اور اہلِ علم و فن حضرات کی شمولیت ہو۔

۴۔ ہر سال مجلّہ "معارف رضا" کا اجرا۔

۵۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی ان سیاسی و ملی کوششوں کو اُجاگر کرنا جو انگریز اور ہندوؤں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے انھوں نے کیں۔ حضرت علامہ سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے ۱۹۸۱ء میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے جذبۂ فداکاری سے سرشار ہو کر معارفِ رضا کا پہلا شمارہ نکالا اور نشانِ منزل پاکر سوئے منزل رواں دواں ہوئے، اس عظیم مشن و مقصد میں کئی رکاوٹیں آئیں، مگر آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش تک نہ آئی اور اپنی پوری

قوت اور طاقت کے ساتھ اس راہ کے کانٹوں، جھاڑیوں، کوڑا کرکٹ کو ہٹانے میں کامیاب ہوگئے۔ آپ کے اس سفر میں حضرت شمس بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا محمد اطہر نعیمی اور جناب محمد شفیع قادری بھی شامل ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ اس سے آپ کی حوصلہ افزائی ہوئی اور اس طرح آپ کی شب وروز کی جانکاہ محنت نے سالنامہ معارف رضا کو کامیاب بنایا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے مشن کو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر احسن طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے آپ نے کراچی میں ہر سال ایک عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ امام احمد رضا کانفرنس آپ کے نصب العین کی ایک ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آئی، اپنوں اور غیروں نے بے حد سراہا۔ دانشور طبقہ اس کانفرنس کی بدولت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور ان کے پایۂ علم اور ان کے تبحّر سے آگاہ ہوا اور اس کانفرنس کے بڑے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ جب دائرۂ کار وسیع سے وسیع تر ہوا تو لاہور اور اسلام آباد میں امام احمد رضا کانفرنس منعقد کرنی شروع کردی، اب ہر سال تین مقامات کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں شاندار امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہونا شروع ہوا۔ "امام احمد رضا کانفرنسوں" کے انعقاد وانتظام میں آپ کو خصوصی دسترس حاصل تھی۔ تقریباً ہر کانفرنس میں خطبۂ استقبالیہ آپ ہی پیش کرتے تھے، آپ کا خطبۂ استقبالیہ بھی ایک خاص انداز اور پیرائے میں ہوتا، بلکہ اپنے موضوع پر ایک کامیاب مقالہ ہوتا تھا۔ ہر سال امام احمد رضا کانفرنسوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے احوال ومقامات پر اردو، انگریزی، عربی اور سندھی وغیرہ زبانوں میں درجنوں علمی، فکری اور تحقیقی کتابیں شائع کرکے اربابِ علم ودانش میں مفت تقسیم کرتے رہے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت کی بنا پر علمی حلقوں کی توجہ نہ صرف اس طرف مبذول کرائی، بلکہ پاک وہند اور بیرونی ممالک میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر تحقیق کرنے والوں کے لیے اصل مآخذ مہیا کیے۔ سالنامہ معارف رضا اور مجلۂ امام احمد رضا کانفرنس ہر سال باقاعدگی سے اپنی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔ آپ نے اپنی عمر کے آخری سال میں کراچی، اسلام آباد اور لاہور میں انٹرنیشنل رضا کانفرنسیں منعقد کرا کر اور سالنامہ معارف رضا انٹرنیشنل ایڈیشن نکال کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر کام کی رفتار عروج پر پہنچادی۔ ادارۂ تحقیقات کے زیر اہتمام تقریباً ستر (۷۰) سے زائد بلند پایہ کتابیں اور تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد علمی، تحقیقی مقالات منصۂ شہود پر آئے۔ یہ بھی حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمہ جیسے حضرات ہی کی محنت کا ثمرہ ہے کہ آج اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ پر کام کی رفتار پورے عروج پر ہے، ملک وبیرونِ ملک محققین برابر متوجہ ہو رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق دُنیا بھر کی بتیس سے زائد یونیورسٹیوں میں کام ہو رہا ہے۔ بعض جگہ علمی اور تحقیقی کام ہوچکا ہے اور کئی اسکالرز اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے مختلف پہلوؤں پر پی ایچ ڈی کرچکے ہیں اور کئی کررہے ہیں۔

حضرت سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ گوناگوں خصوصیات کے حامل تھے۔ اسلام آباد میں میری جب بھی ملاقات ہوئی آپ کو مصروف ہی پایا۔ کبھی لکھنے کبھی مطالعہ کرنے اور کبھی خطوط کے جواب دینے میں مصروف تھے۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے سچے پیروکار تھے۔ زندگی بھر اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے سرگرم رہے۔ آپ نے جس لگن اور خوش اسلوبی سے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے افکار کو عام کرنے میں

رات دن کوشاں رہے۔

آپ کی علمی، دینی، ملّی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے افکار کو چار دانگ عالم میں پھیلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ دنیا کی تمام یونیورسٹیز کی لائبریریوں اور دیگر اہم لائبریریوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے متعلق کتابیں مفت فراہم کیں۔

حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کی آٹھ سال مسلسل جدوجہد کی وجہ سے ۱۴ دسمبر ۱۹۸۷ء کو کراچی یونیورسٹی میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی خدمات کے اعتراف میں ''امام احمد رضا علیہ الرحمۃ چیئر'' کے قیام کا اعلان کر دیا۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی طرف سے ایک پر وقار تقریب میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سینکڑوں کتب اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل کتابیں اور ایک الماری کا تحفہ سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کو بھی پیش کیا گیا۔ اب سندھ ہائی کورٹ لائبریری میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے متعلق ایک سیکشن الگ سے قائم ہے، جہاں جج صاحبان اور وکلا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے علوم سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز لندن میں ۱۳ مئی تا ۱۵ جون ۱۹۸۹ء ''تھرڈ لندن ایگزی بیشن آف بکس پاکستان'' کے نام سے کتابوں کی نمائش ہوئی، جس میں ادارے نے اپنی شائع کردہ تمام کتابیں مجلے اور جریدے (اردو، عربی، انگریزی) رکھوائیں، یہ پہلا موقع تھا کہ لندن کی کسی نمائش میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے متعلق کتابیں رکھی گئی تھیں۔ اب یہ کتابیں لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز لندن کی لائبریری میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امریکن کانگریس لائبریری، کراچی، کے علاوہ امریکن کانگریس لائبریری، امریکہ، میں بھی ادارے کی مطبوعات پہنچ چکی ہیں۔ جولائی ۱۹۹۱ء میں پاکستان قومی اسمبلی کی لائبریری میں بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے متعلقہ ایک صد کتابوں کا تحفہ پیش کیا گیا، جو قومی اسمبلی میں پیش کی جانے والی کتب میں اب تک سب سے بڑا تحفہ ہے۔

حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کی ہدایت پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا ایک وفد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مزارِ مبارک، جائے پیدائش اور دیگر متعلقہ مقامات کی عکس بندی کے سلسلے میں بریلی شریف گیا اور ہندوستان کے ماہر پیشہ ور کیمرہ مینوں کے تعاون سے اپنی نگرانی میں عکس بندی کرائی اور پاکستان ٹیلی ویژن کو بلا معاوضہ پیش کی جو کہ پاکستان ٹیلی ویژن نے ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء کو اپنے مشہور و مفید معلوماتی پروگرام ''ٹی وی انسائیکلوپیڈیا'' میں قومی نشریاتی رابطے پر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی زندگی اور علمی کارناموں پر مشتمل ایک جامع اور حسین دستاویزی فلم کی شکل میں پیش کی جس کا دورانیہ تقریباً ۱۵ منٹ تھا۔ فلم کی یہ نمائش اس لیے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا بھرپور تعارف کل پاکستان بنیاد پر پہلی مرتبہ پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ ہی کی کوششوں کی وجہ سے پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سینٹر کے پروگرام ''کتابوں پر تبصرہ'' میں اپریل ۱۹۹۱ء میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تصنیف فتاویٰ رضویہ پر علمی مذاکرہ نشر ہوا، جس میں آپ خود بھی شریکِ گفتگو تھے۔

حضرت سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔ آپ ہی کی انتھک کوششوں کا ثمرہ ہے کہ آج ملک و بیرون ملک سے مشہور و معروف علما، فضلا، وکلا، دانشور، جیورسٹ اور ماہرینِ تعلیم اعلیٰ

حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی تاریخ ساز شخصیت اور ان کی عظیم ملی، علمی، فکری کارناموں سے متعلق پُر مغز تحقیقی مقالات لکھ رہے ہیں؛ اور پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے مقتدر ججوں نے بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی اور فقہی مقام کا نہ صرف اعتراف کیا، بلکہ آپ کی علمی خدمات پر بلند پایہ مقالے بھی لکھے ہیں۔

حضرت سید محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے آئندہ کے پروگرام میں مندرجہ ذیل امور کا تعین کیا ہوا تھا:

۱۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تصانیف کے مختلف زبانوں خصوصاً انگریزی اور عربی میں تراجم اور ان کی اشاعت۔

۲۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر پندرہ جلدوں پر مشتمل مبسوط سوانح کی تیاری اور اس کی اشاعت۔

۳۔ احمد رضا علیہ الرحمۃ کی زندگی پر ۹۰ منٹ کی اردو ویڈیو فلم کی تیاری اور اس کی عربی و انگریزی زبان میں منتقلی۔

۴۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو علمی، ادبی اور جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں روشناس کرانا۔

۵۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو جدید بنیادوں پر قائم کرنا اور اس کے لیے مالی تعاون کے ذرائع تلاش کرنا۔

۶۔ رضا پریس، رضا لائبریری اور رضا ریسرچ اکیڈمی کا قیام۔

۷۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مختلف شہروں میں ذیلی دفاتر قائم کرنا۔

۸۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور ان کی تعلیمات کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر نصاب میں داخل کرانے کی جدوجہد کرنا۔

۹۔ برصغیر کی مشہور یونیورسٹیوں میں ''امام احمد رضا علیہ الرحمۃ چیئر'' کا قیام۔

۱۰۔ تاریخ پاکستان میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور ان کے کارناموں کا ذکر کرنا۔

۱۱۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مشن کو بڑھانے میں جتنے بھی ملکی و غیر ملکی ادارے کام کر رہے ہیں، ان سے رابطہ کرنا۔

۱۲۔ بین الاقوامی یونیورسٹیوں، خصوصاً یورپ اور امریکہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر تحقیقی کام کرنے والوں سے تعاون کرنا۔

۱۳۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی عربی، فارسی تصانیف اور ان پر لکھی گئی عربی، اردو، انگریزی، کتب کو بلادِ اسلامیہ اور دیگر ممالک میں متعارف کرانا۔

۱۴۔ ہر سال امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ایوارڈ کا اجرا۔

۱۵۔ عالمی پیمانے پر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے کارناموں کو پھیلانے کے لیے انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد، بین الاقوامی جامعات اور تعلیمی و تحقیقی اداروں سے وفود کے تبادلے، جدید انگریزی اور عربی میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی علمی، دینی اور ملّی خدمات پر کتابچے، بین الاقوامی سطح پر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی حیات پر سیمنار اور کانفرنسوں کا انعقاد۔

حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کیا تھے؟

سنّیت و رضویت کے پروانے تھے۔ سیّد ریاست علی قادری ایک شخصیت کا نہیں، بلکہ تحقیقات و تصنیفات کے ادارے کا نام تھا۔ آپ نے وہ کام کر کے دکھایا کہ جو بڑے بڑے علمائے کرام و مشائخ عظام نہ کر سکے اور فی زمانہ تو بعض علمائے کرام اور مشائخ عظام کی نازک مزاجی اپنے عروج پر ہے۔ اسلاف کے کارناموں سے عدم دلچسپی اور احسان فراموشی ان کا وطیرہ بن چکی ہے۔ ان حالات میں حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری مینارِ نور تھے، ہم غربائے اہل سنّت کے لیے بہت بڑ سہارا تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر کام کی رفتار عروج پر تھی

اور آپ سے شیدایانِ رضا علیہ الرحمۃ کی خط وکتابت ہو رہی تھی، ۲۲ دسمبر ۱۹۹۱ء کو فقیر کے نام اپنے خط میں لکھا کہ چند روز کے لیے کراچی جارہا ہوں لیکن روزنامہ نوائے وقت، ۴ جنوری ۱۹۹۲ء میں ''سیّد ریاست علی قادری انتقال کر گئے'' پڑھ کر ہوش وحواس اُڑ گئے کہ اتنی جلدی چاند پسِ پردہ چلا گیا، پھول مرجھا گیا، چند احباب کے ہمراہ اسلام آباد کا رُخ کیا۔ مگر نمازِ جنازہ پڑھی جاچکی تھی، صرف تابوت کی دید ہوسکی۔ ایک کونے میں حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری نائب صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پریشان حال کھڑے تھے۔ فقیر کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ ''آج ہماری کمر ٹوٹ گئی ہے''۔ معلوم ہوا کہ ۳؍ جنوری ۱۹۹۲ء ۲۶؍ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ بروز جمعۃ المبارک، شام اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے سے وصالِ باکمال ہوگیا تھا۔

واقعی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے نہ صرف آپ بانی وصدر، بلکہ روحِ رواں تھے۔

رئیس العلما قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمۃ کی جدائی کا زخم ابھی بھرا نہیں تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت علامہ مولانا سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

افسوس آپ کے منصوبے تشنۂ تکمیل رہ گئے، آپ کے وصال سے غربائے اہلِ سنّت یتیم ہوگئے ہیں، ن والعلم وما یسطرون کی تفسیر پر عمل کرنے والے ہم سے جدا ہوتے جارہے ہیں۔ قلم وقرطاس سے محبت کرنے والے اُٹھتے جارہے ہیں، بزرگوں کا سایہ ہمارے سروں سے ہٹ جانا بہت بڑا سانحہ ہے۔ صد افسوس! ان نازک حالات میں بعض پیشہ ور مقرر رضویت کی تختی لگا کر اور رضوی نسبت کی تشہیر کر کے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اور اپنے نام کے ساتھ لمبے لمبے القاب تو لکھوانا جانتے ہیں مگر سینہ میں پتھر رکھتے ہیں، مسلک کا درد نہیں رکھتے۔ علمائے کرام، مشائخ عظام کی خدمت میں میری دردمندانہ گزارش ہے کہ حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کے خونِ جگر سے قائم کیے ہوئے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کراچی کی سرپرستی فرمائیں اور ادارے کی مجلسِ مشاورت سے ہر ممکن تعاون فرمائیں ورنہ ؏

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری کی شخصیت ایسی بزرگ ہستی تھی جن کے ساتھ اپنے یا بیگانے کسی کو بھی گلہ یا شکوہ نہ تھا۔ افسوس آپ ایسے عالم میں ہمیں چھوڑ گئے ہیں جب اہلِ اسلام کو بالعموم اور اہلِ سنّت کو بالخصوص ان کی ضرورت تھی۔ ان کی وفات حسرت آیات سے اہلِ سنّت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خدماتِ جلیلہ کے صلے میں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ اور ہم سب کو بالعموم اور پسماندگان اور ادارے کی مجلسِ مشاورت کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں میرے اپیل ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے اپنا انتساب رکھنے والے حضرات اپنا محاسبہ کریں کہ آج علمی، عملی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے وہ صحیح طور پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے نعم الخلف نعم السّلف کہلانے یا ان کی جانشینی کے کس حد تک مستحق ہیں؟ اللہ تعالیٰ سب کے حال پر مہربانی فرمائے آمین! ثم آمین!

(بہ شکریہ ماہنامہ القول السدید، مارچ ۱۹۹۲ء)

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊